امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ کا ترجمان

نقیب

ہفتہ وار

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 61/71

مورخہ ۱۲ رصفر المظفر ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۰ ستمبر ۲۰۲۱ء روز سوموار

شمارہ نمبر 37

اس شمارہ میں

- اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں، دینی مسائل
- یادوں کے چراغ، کتابوں کی دنیا
- حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی
- حکایات اہل دل، سیرت نبویؐ...
- مکتب کی تعلیم: مسائل اور حل
- مسلم حکمرانوں... فخر و تکبر نیکیوں کی...
- اسلامی اخلاق محبت کا پیغام
- ملی سرگرمیاں، طب وصحت، ہفتہ رفتہ

بین السطور

سابق امراء شریعت میں انتخابی طریقۂ کار

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

امارت شرعیہ کے سات امراء شریعت اب تک ہوئے ہیں، جن میں چار امراء شریعت مولانا سید شاہ بدرالدین قادری، مولانا سید شاہ محی الدین قادری، مولانا عبد الرحمٰن اور مولانا سید نظام الدین صاحب رحمہم اللہ کا انتخاب پھلواری شریف، پٹنہ ہی میں ہوا، جب کہ مولانا سید شاہ قمر الدین، مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانی اور مولانا سید محمد ولی رحمانی رحمہم اللہ کا انتخاب علی الترتیب ڈھاکہ، مدرسہ رحمانیہ سوپول اور دار العلوم زیر دمائل ارریہ میں ہوا، پہلے، دوسرے، پانچویں، چھٹے اور ساتویں امراء شریعت کے انتخاب میں لوگوں کی نظریں انہیں پر ٹکیں جو بعد میں امیر شریعت منتخب ہو گئے، البتہ تیسرے اور چوتھے امراء شریعت کے انتخاب میں ارباب حل وعقد کی جانب سے کئی نام سامنے آئے، جن میں سے ایک پر بعد میں اتفاق ہو گیا، انتخاب امیر میں جو طریقۂ کار ماضی میں اختیار کیا گیا اس کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

۱۹ رشوال ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۶ رجون ۱۹۲۱ء کو امارت شرعیہ کا قیام عمل میں آیا، پہلے امیر شریعت کے انتخاب کے لیے مولانا ابوالکلام آزادؒ کی صدارت میں بعد نماز عصر دوسری مجلس علماء، مشائخ اور ارباب حل وعقد کی منعقد ہوئی، یہ مجلس مغرب کی نماز کے بعد پھر سے شروع ہوئی اور نو بجے رات میں مولانا سید شاہ بدرالدین قادریؒ کو پہلا امیر شریعت منتخب کیا گیا، اور مولانا نے حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ کے اصرار پر اس ذمہ داری کو قبول کر لیا، تذکروں میں علماء، مشائخ کے ساتھ جو ارباب حل وعقد کا ذکر آتا ہے، اس کی حقیقت آج کل کے ارباب حل وعقد کی طرح نہیں تھی، انتخاب کے لیے جو مجلس استقبالیہ بنتی تھی وہ بڑے علماء کے مشورے سے کچھ اہم لوگوں کو مدعو کر لیا کرتی تھی، انہیں ارباب حل وعقد کا نام دے دیا جاتا تھا، یہ باضابطہ کوئی انتخابی کمیٹی نہیں تھی، امیر شریعت اول ۱۹ رشوال ۱۳۳۹ھ سے ۱۶ رصفر ۱۳۴۳ھ انتقال تک اس عہدہ پر فائز رہے، حضرت کے وصال کے بعد مولانا سید شاہ محی الدین قادر (جنہوں نے امارت کے قیام کے وقت سے ہی مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ کے دست وبازو بن کر کام کیا تھا، اور سفر وحضر میں ان کے ساتھ رہے تھے، امارت شرعیہ کے پیغام کو عام کرنے اور اس کی اہمیت لوگوں تک پہونچانے کے لیے قیمتی اوقات صرف کیے تھے) کو ۹ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ کو صرف اٹھائیس دن بعد امیر شریعت ثانی منتخب کیا گیا، انتخاب کے لیے دعوت نامہ مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ نے جاری کیا تھا، انتخاب کی تاریخ کی تعیین کے لیے ۱۹ رصفر ۱۳۴۳ھ کو جمعیت علماء بہار کے ارکان منتظمہ، امارت شرعیہ کی مجلس شوریٰ کے ارکان اور معزز علماء کو جن کا تعلق بہار سے تھا مدعو کیا گیا اور اسی میٹنگ میں امیر شریعت ثانی کے انتخاب کے لیے ۸، ۹ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ کو انتخابی اجلاس بلانے کا فیصلہ کیا گیا، اجلاس کی صدارت حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ کو کرنی تھی، لیکن علالت طبع کی وجہ سے وہ تشریف نہیں لا سکے، ان کا قیمتی علمی خطبہ جو حضرت کی علمی گہرائی اور گیرائی کا غماز ہے ان کے صاحب زادہ مولانا سید شاہ لطف اللہ صاحب نے پڑھ کر سنایا، اجلاس میں خطبہ استقبالیہ اور خطبہ صدارت کی پیشی کے بعد ڈیڑھ سو لوگوں کو منتخب کیا گیا جو غور وفکر کے بعد دوسرے امیر شریعت کا انتخاب کریں گے، چنانچہ یہ ایک سو پچاس لوگ اسی دن سہ پہر تین بجے خانقاہ مجیبیہ میں پہونچے اور اجلاس عام کو فیصلہ سنایا کہ مولانا سید شاہ محی الدین قادری دوسرے امیر شریعت منتخب ہوئے، اجلاس کے شرکاء نے اعلان کے بعد بیعت امارت کی اور عہد کیا کہ معروف کاموں میں ہم امیر شریعت کی سمع وطاعت کریں گے، امیر شریعت ثانی کو اللہ تعالیٰ نے کام کا طویل موقع عنایت فرمایا، ۲۹ رجمادی الاولیٰ ۱۳۶۶ھ کو حضرت امیر شریعت ثانی کے وصال سے یہ منصب جلیلہ پھر خالی ہو گیا، المیہ یہ رہا کہ بانی امارت شرعیہ کی وفات بھی ہو چکی تھی اور مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ کے دست راست مولانا عبد الصمد رحمانی نائب امیر شریعت کی حیثیت سے کام کر رہے تھے، انتخاب امیر شریعت کے لیے جگہ اور تاریخ کی تعیین ہونی تھی؛ چنانچہ مجلس عاملہ جمعیت علماء بہار، مجلس شوریٰ امارت شرعیہ اور اکابر علماء کا اجلاس ۳۰ راپریل ۱۹۴۷ء کو امارت شرعیہ کے پہلے قاضی مولانا نور الحسن صاحب کے دولت کدہ پر منعقد ہوئی اور انتخاب امیر شریعت ثالث کے لیے ۱۳، ۱۴ ررجب ۱۳۶۶ھ مطابق ۴، ۵ رجون ۱۹۴۷ء بروز بدھ، جمعرات متعین کیا گیا اور پہلی بار انتخاب امیر کے لیے پھلواری شریف سے باہر ڈھاکہ موجودہ ضلع مشرقی چمپارن کا فیصلہ لیا گیا؛ لیکن پورے صوبہ میں دفعہ ۱۴۴ ر لگنے کی وجہ سے یہ اجلاس ۶، ۷ رشعبان ۶۶ھ مطابق ۲۶، ۲۷ رجون ۱۹۴۷ء کی تاریخ کا اعلان ہوا، اجلاس میں جمعیۃ علماء، مسلم تنظیموں، مسلم لیگ، جمعیۃ المؤمنین وغیرہ کے صدر اور سکریٹری صاحبان کو بھی مدعو خصوصی بنایا گیا تھا، کل چھ سو دعوت نامے علماء کرام، اکابر ومشاہیر مشائخ کے نام بھیجے گئے تھے، انتخابی اجلاس کی صدارت شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کو کرنی تھی؛ لیکن وہ اپنی تعلیمی مصروفیات کی وجہ سے نہیں تشریف لا سکے، اور انہوں نے حضرت مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانی کو اپنا قائم مقام نامزد کیا؛ لیکن وہ بھی موٹر کے ایک حادثہ میں بری طرح مجروح ہو گئے اور نہ آ سکے، ایسے میں اس انتخابی اجلاس کی صدارت حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب ناظم جمعیت علماء نے فرمائی، یہ پہلا موقع تھا جب اجلاس میں منصب امارت کے لیے مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانی، مولانا سید نور الحسن قاضی شریعت امارت شرعیہ، مولانا سید شاہ قمر الدین صاحب خانقاہ مجیبیہ، مولانا سید سلیمان ندوی کل چار اسماء گرامی پیش کیے گئے، مجلس استقبالیہ نے اپنی طرف سے حضرت مولانا ریاض احمد صاحب چمپارن اور مولانا عبد الصمد رحمانی کے نام کا اضافہ کیا، اس طرح کل چھ نام امیر شریعت کے لیے پیش ہوئے، اجلاس نے نو آدمی کی الگ سے ایک کمیٹی اس ہدایت کے ساتھ بنا دیں کہ وہ ان چھ افراد میں سے کسی کو امیر شریعت منتخب کر کے اجلاس کو بتا دیں، ان حضرات نے مولانا سید شاہ قمر الدین صاحب کے نام پر اتفاق کر لیا، مولانا اجلاس میں موجود نہیں تھے، دوسرے دن رات کے اجلاس میں وہ پھلواری شریف سے تشریف لے گئے، ایک اندازہ کے مطابق پچیس ہزار کے مجمع نے حضرت امیر شریعت ثالث سے بیعت سمع وطاعت کیا، اور امارت شرعیہ کا کارواں آگے بڑھتا رہا، امیر شریعت ثالث ۳۰ ررجب ۱۳۷۶ھ کو سفر آخرت پر روانہ ہو گئے، انتخابی اجلاس کی تاریخ اور جگہ کی تعیین کے لیے کارکنان امارت شرعیہ، جمعیت علماء بہار کی مجلس عاملہ حضرت مولانا محمد عثمانی غنی صاحب مفتی وناظم امارت شرعیہ کی صدارت میں ۲۶ ررجب ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۷ رفروری ۱۹۵۷ء کو خانقاہ رحمانی مونگیر میں ہوئی، تاریخ کی تعیین میں دشواری یہ پیش آ رہی تھی کہ بہار اسمبلی کا الیکشن ہونا تھا اور زمانہ انتخاب میں ضابطہ اخلاق کے نافذ ہونے کی وجہ سے اجلاس بلانا دشوار تھا، مولانا محمد عثمان صاحب شیخ الحدیث مدرسہ رحمانیہ نے ہمت جٹائی اور مدرسہ رحمانیہ سوپول دربھنگہ میں انتخابی اجلاس کی دعوت دی، نائب امیر شریعت مولانا عبد الصمد رحمانی نے اکابر کے مشورہ سے اس دعوت کو قبول کر لیا اور ۲۱، ۲۲ رشعبان ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۴، ۲۵ رمارچ ۱۹۵۷ء کی تاریخ مقرر ہو گئی، سات سو افراد کے نام دعوت نامے جاری کیے گئے، کوئی مجلس ارباب حل وعقد تو اس وقت تھی نہیں، چنانچہ مدعوئین کے ناموں کے انتخاب کے لیے ایک بورڈ تشکیل دی گئی، جس میں نائب امیر شریعت، قاضی شریعت، ناظم امارت شرعیہ اور جمعیۃ علماء کے مخصوص ارکان کو رکھا گیا، ناموں کی فراہمی اور انتخاب کے لیے مبلغین امارت شرعیہ کی خدمات لی گئیں، کیونکہ زمینی سطح پر سب سے مضبوط رابطہ علاقہ میں ان کا ہی رہتا ہے۔ ۲۴ رمارچ ۱۹۵۷ء کو انتخابی اجلاس کی صدارت مولانا ریاض احمد صاحب چمپارن نے فرمائی اور نائب امیر شریعت نے اعلان کیا کہ "آپ حضرات آزادی کے ساتھ امیر شریعت جیسے اہم منصب کے لیے ایسے بزرگوں کا نام پیش کریں جو اس ذمہ داری کو بحسن وخوبی سنبھال سکیں، چنانچہ اجلاس کے شرکاء نے چار نام پیش کیے، مولانا سید شاہ امان اللہ صاحب، سجادہ نشیں خانقاہ مجیبیہ، مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانی سجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر، مولانا سید شاہ نظام الدین خانقاہ مجیبیہ اور مولانا عبد الصمد رحمانی نائب امیر شریعت، حضرت نائب امیر شریعت نے اپنا نام واپس لے لیا اور فرمایا کہ سب نام ایسے ہیں جن کا احترام بہار کے لوگوں کے دلوں میں ہے، اس لیے مجلس ایسی ناموں کی وجہ سے ترجیح پر بحث نہ ہو، ایک سب کمیٹی بنا دی جائے جو ان ناموں میں سے کسی کے نام پر اتفاق کر کے بتا دے، اجلاس کو اس کمیٹی کا فیصلہ منظور ہوگا، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی جو دہلی سے مشاہد کی حیثیت سے تشریف لائے تھے فرمایا کہ وجہ ترجیح پر بحث نہ ہو، مگر محرک یا مؤید صاحب ایسا کر سکتے ہیں کہ اپنے پیش کردہ ناموں کے متعلق بغیر تقابل کے ان کے اوصاف حمیدہ اور اہمیت پر روشنی ڈال سکتے ہیں، اس تجویز کی روشنی میں مولانا مقبول احمد صدیقی اور مولانا عبد الرحمٰن ہرسنگھ پوری صاحب نے اپنے ذریعہ پیش کردہ ناموں کے سلسلے میں وضاحت فرمائی کہ وہ کیوں اس منصب کے اہل ہیں اور ان کے انتخاب سے کیا فائدہ ہوگا۔

نو ارکان پر سب کمیٹی بنائی گئی، جس نے بحث وتمحیص کے بعد مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانی کے نام پر اتفاق کر لیا، بعد نماز مغرب اجلاس عام میں مولانا سید شاہ عون احمد قادریؒ نے کمیٹی کی تجویز پڑھ کر سنائی، اجلاس نے منظوری دی، منتخب امیر شریعت اعلان کے بعد تشریف لائے، انہیں اس کی اطلاع دی گئی، حضرت امیر شریعت رابعؒ نے اجلاس میں امارت شرعیہ کی مجلس شوریٰ کے لئے ارکان کے نام پیش کرنے کو کہا، کل اٹھائیس نام آئے، حذف واضافہ کے بعد حضرت نے بتیس ناموں کا اعلان کیا، اجلاس نے بیعت سمع وطاعت بھی کی، حضرت امیر شریعت نے طویل عرصہ تک امیر کی حیثیت سے کام کیا، خوش قسمتی سے ان کو دو عظیم انسان نظامت اور قضا کے لئے مل گئے، مولانا سید نظام الدین اور مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی، پورے دور امارت میں ان کے اس طرح معاون ومددگار رہے کہ یہ دور امارت شرعیہ کا کام کے پھیلاؤ اور وسعت کی وجہ سے زریں دور کہا جاتا ہے۔ (بقیہ صفحہ ۱۴ پر)

Scanned with CamScanner

اللہ کی باتیں ـــــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

خواب کی حقیقت

’’وہی اللہ ہے، جو رات میں عارضی طور پر تمہاری روح قبض کر لیتا ہے اور دن میں تم جو کچھ کرتے ہو اسے بھی جانتا ہے، پھر تم کو دوبارہ دن میں اٹھا دیتا ہے، تاکہ زندگی کی مقرر مدت پوری ہو جائے، پھر اس کی طرف تم لوگوں کی واپسی ہے، پھر جو کچھ تم کیا کرتے تھے، اس وقت اللہ تم کو اس کے بارے میں بتائیں گے‘‘ (سورہ انعام، آیت:۶۰)

مطلب: قرآن مجید کی ان آیات میں اللہ رب العزت نے دن ورات میں پیش آنے والی ایک تمثیلی کیفیت کا ذکر فرمایا ہے کہ جب انسان سو جاتا ہے تو ہوش وحواس سے محروم اور اپنے گرد وپیش کے حالات سے بے خبر ہو جاتا ہے، گویا اس پر ایک طرح کی موت طاری ہو جاتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کی ان صلاحیتوں کو لوٹا دیتے ہیں اور وہ بیدار ہو جاتا ہے، یہ گویا مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کی ایک کیفیت ہے، جس سے آخرت کو سمجھا جا سکتا ہے کہ جس طرح نیند سے بیدار ہوتا ہے اسی طرح مرنے کے بعد وہ دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور اس کو رب کائنات کے حضور اپنے اعمال وافعال کا حساب دینا ہوگا۔

آیت کا ایک دوسرا پہلو یہ ہے کہ نیند کی حالت میں انسان کی روح اور جان کا تعلق عارضی طور پر اس کے جسم سے منقطع ہو جاتا ہے، گویا نیند ایک چھوٹے پیمانے کی موت ہے، لیکن روح کا جسم سے مخصوص رشتہ برقرار رہتا ہے، قاضی بیضاویؒ خان نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ انسان کے اندر دو چیزیں ہیں، نفس اور روح اور ان دونوں میں سورج کی شعاعوں جیسا تعلق ہوتا ہے، جیسے آفتاب لاکھوں میل سے بذریعہ شعاعوں کے زمین گرم رکھتا ہے، نفس تو وہ ہے جس کے ذریعہ عقل وتمیز کا وجود ہے اور روح وہ ہے جس پر نفس اور عبادت کا مدار ہے، موت کے وقت نفس اور روح دونوں بدن سے الگ ہو جاتے ہیں اور نیند میں صرف نفس کا رشتہ جسم سے منقطع ہوتا ہے (بیضاوی)

پھر اللہ کے حکم سے بیداری کے وقت نفس وروح واپس آجاتی ہے، اب یہیں ایک بات سمجھئے کہ نیند کی حالت میں آدمی کی روح موت کے دروازے میں داخل ہوکر عالم مثال میں پہونچ جاتی ہے، جہاں بہت سی مخلوقات اپنی اپنی صورتوں میں اقامت گزیں ہیں، یہ روح وہاں پہونچ کر اس عالم کے بہت سے مناظر دیکھ بھی لیتی ہے، مختلف آدمیوں سے ملاقاتیں ہو جاتی ہیں، کبھی اچھے حالات اور اچھے لوگ ملتے ہیں تو روح خوش ہو جاتی ہے، کبھی تکلیف دہ حالات سے نگاہیں دو چار ہوتی ہیں، تو رنج والم کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، مرنے کے بعد روح وہیں روک لی جاتی ہے اور سونے والے کی روح واپس کر دی جاتی ہے، اب جب یہ شخص بیدار ہوتا ہے تو وہاں کے جو حالات اور واقعات یاد رہ جاتے ہیں انہیں کے متعلق یہ کہنے لگتا ہے کہ ’’-آج میں نے یہ خواب دیکھا-‘‘ اور اس کی تعبیر تلاش کرتا ہے، اگر وہ خوش کن خواب دیکھے تو اللہ کا شکر بجالائے اور اگر ناپسندیدہ خواب دیکھے تو یہ شیطانی اثر ہے اس کے شر سے پناہ مانگے اور کسی سے ذکر نہ کرے، مسلم شریف کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خواب تین ہیں، اچھے خواب اللہ کی جانب سے بشارت ہیں، دوسرے حدیث نفس اور تیسرے تخویف شیطان، اگر کوئی شخص خواب میں ناگوار چیز دیکھے تو اس کو کسی سے بیان نہ کرے اور اٹھ کر نماز پڑھ لے اور ایک روایت میں ہے کہ پہلو بدل ڈالے، خواب میں گندے خیالات سے بچنے کے لئے جھوٹ بولنے سے پرہیز کرے، باوضو دائیں کروٹ سوئے، سوتے وقت اذکار مسنونہ کا ورد کرے، ان شاءاللہ ان دعاؤں کی برکت سے ناپسندیدہ خواب سے محفوظ رہے گا۔

سفر کے آداب

’’حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر کے دوران صحابہ کرام کے پیچھے رہتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کمزوروں کا خیال رکھتے تھے، ان کو پیچھے بٹھا لیتے تھے اور ان کے لئے دعائیں بھی فرماتے‘‘ (مشکوۃ شریف، باب آداب السفر)

وضاحت: اس حدیث پاک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات سفر کو بیان کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں ہوتے تو آپ دوران سفر صحابہ کے پیچھے رہتے اور اگر کوئی صحابہ ضعیف وناتواں ہوتے تو انہیں اپنی سواری پر سوار کر لیتے اور اس کے لئے دعا بھی فرماتے یہ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کے آداب کی طرف نشاندہی فرمائی کہ اگر کوئی شخص اپنی سواری سے کہیں جا رہا ہو اور راستہ میں کسی بوڑھے اور کمزور پر نظر پڑ جائے اور آپ کی گاڑی میں بیٹھانے کی گنجائش بھی ہو تو اس کو بیٹھا لینا چاہئے، یہ انسانیت کا بھی تقاضہ ہے اور اخلاقی طریقہ بھی، یہ گرچہ معمولی سی بات ہے لیکن اس کے اثرات دور رس بھی ہیں اور دیر پا بھی کہ اس طرح کے کار خیر میں تعاون کرنے سے آپسی تعلقات میں استواری آتی ہے اور برادرانہ اخوت ومحبت کا جذبہ ابھرتا ہے، اس لئے کہ اللہ نے آپ کو سواری کی جو نعمت عطا کی ہے اس میں کمزوروں کا بھی حصہ ہے، ایک موقعہ پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو ضعیف اور معذور لوگوں کی وجہ سے روزی میں برکت دیتا ہے اس لئے ان کی خبر گیری کرتے رہو اور ان کے ساتھ رحم وکرم کا معاملہ کرو، اس لئے اگر آپ ٹرینوں یا بسوں کے اندر سفر کر رہے ہوں اور کوئی دوسرے معذور یا کمزور کھڑا ہو تو آپ کی اخلاقی ذمہ داری ہے کہ ان کے لئے بھی جگہ نکالیں اور مناسب مقام پر بٹھائیں، ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ اللہ اپنے بندہ کی مدد میں اس وقت تک رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے، گویا ہر وہ نیک کام جو خاص اللہ اور اس کی مخلوق کے فائدے کے لئے کئے جائیں اور جس سے صرف اللہ کی خوشنودی حاصل کرنا مقصود ہو تو وہ عبادت ہے، مگر اکثر دیکھا یہ گیا کہ لوگوں کو صرف اپنے آرام وراحت کی فکر ہوتی ہے، بلکہ اگر کوئی گنجائش نکالنے کی درخواست بھی کرتا ہے تو ہم برانگیختہ ہو جاتے ہیں اور بسا اوقات سخت وست باتیں بھی زبان سے نکال دیتے ہیں یہ اسلام کی اخلاقی تعلیمات کے منافی ہے، اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تنہا سفر کرنے سے احتیاط برتنا چاہئے، دو چار آدمیوں کے ساتھ نظام سفر بنانا چاہئے اس سے انسان بہت سے خطرات سے محفوظ رہتا ہے، جہاں اسباب سفر کی حفاظت ونگرانی باسہولت پیدا ہوتی ہے، وہیں ایک دوسرے کے تعاون سے سفر کی مشقتیں بھی آسان ہو جاتی ہیں، اگر ہم میں کا ہر شخص ان چیزوں کا پاس ولحاظ رکھے تو سفر بھی وسیلہ ظفر بن سکتا ہے۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

گم شدہ چیز ہبہ کرنا:۔

س: ایک آدمی کا موبائل گم ہو گیا اس نے اپنے دوست خالد سے کہا: تم تلاش کر لو اگر مل گیا تو تمہارا ہے، خالد نے موبائل تلاش کر لیا، اب سوال یہ ہے کہ یہ ہبہ درست ہوا یا نہیں اور خالد اس موبائل کا مالک ہوگا یا نہیں؟

ج: ہبہ کیلئے ضروری ہے کہ ہبہ کرنے والا موہوب لہ (جس کو ہبہ کر رہا ہے) کو ہبہ کی جانے والی چیز کا فی الحال مالک بنا دے اگر فی الحال مالک نہیں بنایا بلکہ مالک بنانے کو مستقبل پر معلق کر دیا تو ہبہ منعقد نہیں ہوگا:

"اما مایرجع الی نفس الرکن فهو أن لایکون معلقا بماله خطر الوجود والعدم من دخول زید وقدوم خالد ونحو ذالک ولامضافا الی الوقت بأن یقول وهبت هذا الشیٔ منک غدا او رأس شهر“ (الفتاوی الهندیة: ۴/۳۷۴)

لہذا صورت مسئولہ میں ہبہ صحیح نہیں ہوا اور موبائل کا مالک خالد نہیں بلکہ بدستور اس کا وہ دوست ہے جس کا موبائل ہے، البتہ اسے چاہئے کہ وعدہ کے مطابق خالد کو موبائل دے دے: "واوفوا بالعهد ان العهد کان مسئولاً“ (سورة الاسراء: ۳۴)

شوہر کی نافرمانی:

س: میں ملازم پیشہ آدمی ہوں، میں اپنی ملازمت کی جگہ اس کو ساتھ رکھنا چاہتا ہوں، لیکن وہ وہاں رہنا نہیں چاہتی ہے، اپنے میکہ میں رہتی ہے جبکہ مجھ کو اس کی ضرورت ہے وہ میرا حق ادا نہیں کرتی ہے برابر نافرمانی کرتی ہے، ایسی عورت کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

ج: جس طرح شوہر پر اپنی بیوی کے حقوق کی ادائیگی لازم وضروری ہے اسی طرح بیوی پر اپنے شوہر کے حقوق کی ادائیگی اور جائز امور میں اس کی اطاعت وفرماں برداری لازم وضروری ہے نافرمانی قطعاً جائز نہیں ہے، حدیث پاک میں ایسی عورت پر لعنت بھیجی گئی ہے جو اپنے شوہر سے ناراض ہوکر علیحدہ رات گذرے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر عورت اپنے شوہر سے ناراضگی کی وجہ سے اس کے بستر سے الگ تھلگ رات گذارے تو فرشتے اس پر اس وقت تک لعنت بھیجتے ہیں جب تک وہ اپنی حرکت سے باز نہ آجائے: ”عن ابی هریرة رضی الله عنه قال: قال النبی صلی الله علیه وسلم: اذا باتت المرأة مهاجرة فراش زوجها لعنتها الملائكة حتی ترجع“ (صحیح البخاری: ۲/۷۸۲)

ایک دوسری حدیث میں نافرمان عورت پر سب سے سخت عذاب ہونے کی وعید آئی ہے:

”عن عمرو بن الحارث بن المصطلق قال كان يقال: أشد الناس عذابا یوم القیامة اثنان: امرة عصت زوجها وامام قوم وهم له كارهون“ (سنن ترمذی: ۱/۸۳)

ان احادیث مبارکہ کی روشنی میں مذکورہ خاتون پر لازم ہے کہ اپنے شوہر کی اطاعت وفرماں برداری کرے اور ان کے حقوق کو ادا کرے۔فقط

خواتین کا بھوؤں کو باریک بنوانا:

س: عورتیں بیوٹی پارلر میں جاکر بھوؤں باریک بنواتی ہیں جس کے لئے بھوؤں کے کنارے کنارے بالوں کو یا تو اکھاڑ دیا جاتا ہے یا مونڈا جاتا ہے، یہ عمل شرعاً درست ہے یا نہیں؟

ج: عورت پر خاوند کیلئے چہرے کا بناؤ سنگھار شرعی حدود میں رہتے ہوئے نہ صرف جائز ہے بلکہ ضروری ہے البتہ زیب وزینت میں خلاف شرع امور کی اجازت نہیں ہے اور بغرض زینت بھوؤں کو باریک بنوانا بھی خلاف شرع ہے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی عورتوں پر اللہ کی لعنت فرمائی ہے، اس لئے عورتوں پر اس عمل سے احتراز لازم وضروری ہے۔

" عن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه قال: لعن الله الواشمات والمستوشمات والمتنمصات والمفلجات للحسن المغیرات خلق الله تعالیٰ (صحیح مسلم: ۲/۲۰۵، کتاب اللباس والزینة)

(حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، لعنت کی اللہ نے گودنے والیوں اور گدائے والیوں پر منہ کے بال نکالنے والیوں اور نکلوانے والیوں پر اور دانتوں کو کشادہ کروانے والیوں پر، اللہ کی خلقت بدلنے والیوں پر)

البتہ بھوؤں کے بال بڑے بڑے اور بہت گھنے ہوں جو بدنما لگتے ہوں تو شوہر کی خوشنودی کیلئے اسے حسب ضرورت درست کیا جا سکتا ہے۔”ولاباس بأخذ الحاجبین وشعر وجهه مالم یشبه المخنث“ (رد المحتار: ۹/۵۳۶، کتاب الحظر والاباحة)

بیوٹی پارلر کی ملازمت:

س: عورتوں کے لئے بیوٹی پارلر کی ملازمت اور اس کی آمدنی جائز ہے یا نہیں؟

ج: عام حالات میں بلاضرورت عورتوں کا گھر سے باہر کسی بھی ملازمت سے منسلک ہونا درست نہیں ہے، البتہ اگر واقعی ایسی کوئی مجبوری ہو تو شریعت کے حدود میں رہتے ہوئے ملازمت کر سکتی ہے شرعاً جائز ہے، رہا بیوٹی پارلر کی ملازمت تو یہ ملازمت اس وقت جائز ہے جب اس میں غیر شرعی امور کا ارتکاب نہ ہو مثلاً عورتوں کے سر کے بال نہ کاٹے جائیں، غیر شرعی بھوؤں نہ بنائے جائیں، اعضاء مستورہ نہ کھولے جائیں مردوں سے اختلاط نہ ہو اور پارلر صرف عورتوں کی زیب وزینت کے لئے خاص ہو تو ان شرائط کے ساتھ بیوٹی پارلر میں ملازمت کی اجازت ہوگی اور اس کی کمائی بھی حلال ہوگی اور اگر غیر شرعی امور کا ارتکاب کرنا پڑے تو ایسی کاموں کی ملازمت جائز نہیں اور ناجائز کاموں کی اجرت اور کمائی بھی حلال نہیں ہوگی۔فقط۔ واللہ اعلم

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ جھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 61/71 شمارہ نمبر 37 مورخہ ۱۲رصفر المظفر ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۰رستمبر ۲۰۲۱ء روز سوموار

والدین اور بوڑھوں کی پریشانیاں

مشرقی تہذیب وثقافت کے نمائندہ ملکوں میں ہندوستان کا نام آتا رہا ہے؛ لیکن گذشتہ نصف صدی میں مغرب کی طرف سے آنے والی بے راہ روی نے ہندوستان میں تیزی سے پاؤں پھیلائے ہیں اور جس طرح مغربی ممالک میں ضعفاء کے لیے الگ مکانات ہوتے ہیں اور ان کی خبر گیری سرکار اور حکومت کے ذمہ ہوتی ہے، والدین سے بیٹے اور بیٹیوں کا تعلق یوم پدر ومادر تک محدود ہوکر رہ جاتا ہے، یوم پدر پر والد صاحب سے اور یوم مادر پر والدہ سے اولڈ ایج ہوم جاکر مل آنا کافی سمجھا جاتا ہے، اگر کوئی لڑکا لائق ہے تو ہر ہفتہ کے اختتام پر ملاقات کے لیے چلا جاتا ہے، یہ بڑی سعادت اور نیک بختی کی علامت سمجھی جاتی ہے، جن والدین نے بچوں کی پرورش و پرداخت میں اپنے آرام وسکون کا خیال نہیں رکھا، اپنی ضرورتوں کو مؤخر کرکے ان کی فرمائشوں کی تکمیل میں لگے رہے، وہی بچے جوان ہوکر والدین اور بزرگوں پر ظلم وستم کررہے ہیں، ظلم صرف یہی نہیں ہے کہ ان پر ڈنڈے برسائے جائیں، ظلم وستم یہ بھی ہے کہ ان کی ضرورت کا خیال نہ رکھا جائے، ان کی دل جوئی کے لیے ان کے ساتھ نہ بیٹھا جائے، محبت کے دو بول سے بھی انہیں محروم کردیا جائے، قرآن کریم میں تو انہیں "اُف" تک کہنے سے منع کیا گیا ہے اور اپنے کاندھے جھکا لینے کی تلقین کی گئی ہے، ان کے لیے اللہ سے رحم کی دعا سکھائی گئی ہے؛ لیکن آج کل زیادہ لوگوں کو اس کی فکر نہیں ہوتی اور وہ بھول جاتے ہیں کہ ان کے بچے بھی بڑھاپے میں ان کا وہی حشر کریں گے جو انہوں نے اپنے والدین کے لیے روا رکھا ہے، مثل مشہور ہے، "جَس کرنی تَس بھوگ" مکافات عمل اسی کا نام ہے، کچھ اعمال کی سزا دنیا میں ہی مل جاتی ہے اور آخرت کا عذاب تو اس سے زیادہ سخت ہے۔

آج ملک ہندوستان میں بڑی تعداد ان والدین اور بوڑھوں کی ہے، جنہیں زندگی کے آخری پڑاؤ میں لڑکوں سے اپنے حقوق کی طلب کے لیے عدالت کا سہارا لینا پڑ رہا ہے، فی الحال پورے ملک میں بزرگوں کی جانب سے اپنے متعلقین پر پچیس لاکھ سے زائد مقدمات عدالتوں میں زیر غور ہیں، تین لاکھ مقدمات ایسے ہیں جن میں بزرگ والدین اپنے بچوں سے نان ونفقہ، تحفظ یا رہائش کے لیے قانونی لڑائی لڑ رہے ہیں، قومی عدالتی ڈیٹا گریڈ (نیشنل جوڈیشیل ڈیٹا گریڈ) کے مطابق بزرگ شہریوں کے ذریعہ پچیس لاکھ دو ہزار ایک سو تین مقدمات عدالت میں چل رہے ہیں، جن میں اٹھارہ لاکھ، تہتر ہزار آٹھ سو تہتر مقدمات سول اور چھ لاکھ اٹھاسی ہزار دو سو تین مقدمات کا تعلق جرائم سے ہے، تین لاکھ مقدمات وہ ہیں جس میں بزرگوں نے گذارہ بھتہ، ضروری اخراجات، اپنے گھر میں قیام پذیر ہونے اور بچوں کے ذریعہ مار پیٹ کے خلاف عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا ہے، عدالت عظمیٰ (سپریم کورٹ) نے ترجیحی بنیاد پر بزرگوں کے مقدمات کے نمٹارے کا حکم دیا ہے اور واضح کردیا ہے کہ اس کی مدت تین ماہ سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے۔

بزرگوں کے لئے مقدمات کو دہلی میں بغیر فیس کے وکالت کرنے والے این کے سنگھ بھدوریا کا کہنا ہے کہ عدالت کے فیصلوں سے انہیں ان کا حق مل جاتا ہے، اور بزرگوں کی زندگی میں مثبت تبدیلی آتی ہے؛ کیوں کہ عدالت کے فیصلے کے بعد انہیں لڑکوں کے ذریعہ پریشان نہیں کیا جاتا ہے، اگر کسی نے زیادتی کی تو پولیس فوراً کارروائی کرتی ہے اور ضروریات زندگی کے لیے جو خرچہ عدالت نے مقرر کیا ہے اسے مل جانے سے ان کی پریشانیاں کم ہوتی ہیں۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ جو کام اپنے طور پر کرنا ہماری شرعی، اخلاقی اور انسانی ذمہ داری تھی اسے عدالت کے خوف سے کرنے پر آمادگی ہورہی ہے، ہم نے سارے شرعی تقاضوں، اخلاقی اقدار اور انسانی اطوار کو بالائے طاق رکھ دیا ہے۔

محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہوجائے گی

نوجوانوں کے بڑھتے قدم

شہری خدمات (ایڈمنسٹریٹر، آئی ایس، آئی پی ایس) کے جو امتحانات قومی یا ریاستی سطح پر منعقد ہورہے ہیں، ان میں کامیابی کا تناسب ۲۶رسال سے کم عمر کے لڑکوں میں زیادہ ہے، ان میں بھی ہماری بیٹیاں بیٹوں سے آگے ہیں، ۲۰۱۹-۲۰ء میں اعلیٰ انتظامی عہدوں پر تقرری کا اوسط جوان لڑکوں میں ۲۹،۳ء ۲۰۱۶-۱۷ء میں لڑکے ۲۲،۴ء، لڑکیاں ۲۶،۶ء ۲۰۱۷-۱۸ء میں لڑکے ۲۷،۵ء، لڑکیاں ۳۱،۹ء، ۲۰۱۸-۱۹ء میں لڑکے ۳۱،۷ء اور لڑکیاں ۳۳،۱ء فی صد کامیاب رہے، ان امتحانوں میں شریک ہونے کے لیے چھ بار موقع دیا جاتا ہے، اگر گذشتہ چار سال کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ تر امیدوار تیسری بار میں کامیاب ہوئے، عمر جس قدر بڑھتی ہے اسی قدر کامیابی کے امکانات کم ہوتے چلے جاتے ہیں، ۳۰رسال سے زیادہ عمر کے ایک ہزار چھ سو چودہ امیدوار "مینس" میں پہونچے تھے، جب کہ اس عمر کی عورتیں صرف ایک سو چھتیس تھیں، ستہتر مرد اور تیرہ عورتیں منتخب ہوپائیں، یعنی مرد وعورت کی کامیابی کا تناسب تیس سال سے اوپر والے میں بدل جاتا ہے، مرد زیادہ کامیاب ہوتے ہیں اور عورتیں کم، اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ تیس سال کے بعد عورتوں کی خانگی مشغولیت بڑھ جاتی ہے، اس لیے وہ اس قدر محنت نہیں کرپاتی ہیں، جیسی وہ جواں عمری میں کرپاتی ہیں۔

اس جائزہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علم اور ملازمت کے معاملے میں ترقی کرنے کے لئے ایک خاص عمر تک محنت ضروری ہے، اس کے بعد کامیابی کا گراف گرتا چلا جاتا ہے، اس لیے وقت کی قدر کرنی چاہیے اور پڑھنے لکھنے کی جو عمر ہے اسے لہو ولعب اور غیر ضروری مشاغل میں گنوانا نہیں چاہیے۔

آسان نکاح

شریعت نے نکاح کو آسان بنایا تھا، ہم نے سماجی رسم ورواج کے تحت اسے دشوار ہی نہیں دشوار تر بنادیا ہے، جس کی وجہ سے لڑکیوں کی پیدائش پر عموماً خاندان میں ماتم پسر جاتا ہے، لوگ مبارکبادی دیتے ہوئے گھبراتے ہیں اور گھر والوں کے چہرے پر غم والم کی سیاہی واضح طور پر محسوس ہوتی ہے اور زمانہ جاہلیت کی طرح چہرے پر سیاہی پسر جاتی ہے، غریب والدین لڑکیوں کے لیے جہیز جوڑتے جوڑتے پریشان رہتے ہیں اور ساری زندگی کی کمائی سلامی اور جہیز کے طور پر دینے کے باوجود یہ یقین نہیں رہتا کہ لڑکی آرام سے سسرال بس سکے گی اور جہیز کے حریص لوگ طعن وتشنیع سے اس کا جینا حرام نہیں کریں گے۔

اس صورت حال نے لڑکیوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اپنے ولی کو نظر انداز کرکے اپنا رشتہ خود منتخب کرلیں، کچی عمر اور جذبات کی فراوانی میں وہ یہ بھی بھول جارہی ہیں کہ ہمیں رشتہ ایمان والوں میں ہی کرنا ہے، غیر مسلموں میں نہیں، آر ایس ایس اور اس کی حلیف جماعتیں مسلم لڑکیوں کو جال میں پھانس کر بے راہ رو بنارہی ہیں؛ لیکن اس میں ان کا قصور جس قدر ہو ہماری بچیوں کا قصور اور گارجین کی بے توجہی کا اثر زیادہ ہے، والدین بھی انہیں اس راہ میں آگے بڑھنے دیتے ہیں تاکہ شادی کا مسئلہ آسانی سے حل ہوجائے، یہ لڑکیاں جب شادی کے نام پر غیروں کے ہتھے چڑھ جاتی ہیں تو ان کا جو حشر ہوتا ہے، اس کی خبریں دل ودماغ کو بے چین کردیتی ہے، جان بھی جاتی ہے اور عزت وآبرو بھی، ایمان پہلے ہی رخصت ہوچکا ہوتا ہے۔

اس پریشانی سے بچنے کے لیے ایک دوسرا طریقہ مسلم سماج میں تیزی سے یہ رائج ہورہا ہے کہ حمل ہی کی حالت میں بچے کی جنس کی جانچ کراکر اگر لڑکی ہے تو اسے ساقط کرادیا جائے، یہ قتل عمد ہی کی قبیل کا جرم ہے، گو فتوے کی زبان میں اس پر قتل عمد کی طرح دارو گیر نہیں کیا جاسکتا؛ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہزاروں کی تعداد میں لڑکیاں اس سوچ کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھ جارہی ہیں، اور ہمیں اس کے جرم ہونے تک کا احساس نہیں ہے اور اب تک حکومت نے بھی ایک خاص مدت تک اسقاط حمل کو قانونی جواز فراہم کردیا ہے، دنیا کے دوسرے ملکوں میں بھی دھیرے دھیرے اس کو قانونی طور پر تسلیم کیا جانے لگا ہے، ارجنٹائینا، کیوبا، ارگوے اور گیانا نے ابتدائی ایام میں اسقاط حمل کی عام اجازت دے رکھی ہے، ابھی حال ہی میں میکسیکو کی عدالت عظمیٰ نے ملک کے اسقاط حمل سے متعلق ممانعت والے قانون کو کالعدم قرار دے دیا ہے اور دلیل یہ دی ہے کہ اسقاط حمل سے روکنے کا سیدھا مطلب ہے کہ عورتوں کو اپنے جسم پر اختیار نہیں ہے، حالاں کہ یہ صحیح نہیں ہے، عورتوں کو اپنے جسم پر پورا پورا اختیار ہے، خود ہندوستانی عدالت کا یہ فیصلہ سامنے آچکا ہے کہ عورت کی خواہش نہ ہو تو مرد اس سے جنسی تعلق نہیں بناسکتا؛ بلکہ ایک فیصلے میں تو اسے زنا بالجبر (ریپ) تک کی بات کہہ دی گئی ہے، ظاہر ہے معزز ججوں کا قانونی علم ہم لوگوں سے کہیں زیادہ ہے؛ لیکن ہمیں تو یہ بتایا گیا ہے کہ رسی بھی آپ کی ہو اور گردن بھی آپ کی تب بھی خودکشی کے لیے لٹکنا قانوناً جرم کے زمرے میں آئے گا، یہاں بھی اپنے جسم پر اختیار کا ہی مسئلہ ہے ؛ لیکن قانون کی نگاہ میں یہ درست نہیں ہے۔

بات آگے نکل گئی، کہنا یہ ہے کہ لڑکیوں کے معاملہ میں اس سماجی ظلم کو دور کرنا چاہیے اور یہ اسی وقت ممکن ہے، جب نکاح کو آسان بنایا جائے، شریعت میں ازدواجی رشتے کے قیام کے لیے لڑکی والوں پر کوئی مالی بوجھ نہیں ڈالا گیا ہے، مہر، نان ونفقہ اور ولیمہ سب لڑکے کے ذمہ ہے، بارات، مانجھ، گھوڑا، جوڑا کا کوئی تصور اسلام میں نکاح کے لیے نہیں ہے؛ لیکن ہماری بیٹیاں ان سماجی رسومات کی وجہ سے گھر میں بیٹھی بیٹھی بوڑھی ہوجاتی ہیں، یا دوسرا راستہ اختیار کرتی ہیں، اس لیے نکاح کو آسان بنایئے، دوسرا کام یہ کیجئے کہ لڑکیوں کو ترکہ دیجئے، وہ بھی قرآن واحادیث کی روشنی میں اپنے مورث کے مال سے حصہ کی حق دار ہیں، ان کو محروم کرکے ہم سلامی اور جہیز کے لیے راستہ کھولتے ہیں، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے نکاح کو آسان بنانے کی مہم ان دنوں چھیڑ رکھا ہے، آیئے ہم ان کا ساتھ دیں اور شادی کو سادی بنادیں۔

خودکشی

خودکشی ایک انتہائی قدم ہے، جو انسان مختلف احوال میں مایوسی کا شکار ہوکر اٹھاتا ہے، کسی کو نوکری ملنے میں مایوسی ہاتھ آتی ہے، کسی کو قرض کی ادائیگی کے لیے رقم کے حصول میں مایوسی کا سامنا ہوتا ہے، کبھی امتحانات میں ناکامی سے طلبہ مایوس ہوجاتے ہیں اور کبھی عشق ومحبت میں ناکامی اس کا سبب بنتی ہے اور ہمارے نوجوان، کسان، طلبہ وطالبات اس مایوسی کی وجہ سے اپنی زندگی کو موت سے ہم کنار کرلیتے ہیں، نیشنل کرائم ریکارڈ (ان سی آر بی) کے ظاہر کردہ اعداد وشمار کے مطابق ۲۰۱۴ء میں ایک لاکھ اکتیس ہزار چھ سو چھیاسٹھ افراد نے خودکشی کی جو انتہائی افسوس ناک ہے۔

اسلام ناامیدی کی گھٹاٹوپ تاریکیوں میں بھی امید وتوقعات کے چراغ روشن کرنے کی تلقین کرتا ہے، وہ اللہ کی رحمت سے ناامید ہونے کو کفر کے برابر قرار دیتا ہے، اسلام کا عقیدہ ہے کہ اللہ اپنے بندوں پر رحم کرنے والا ہے اور حالات کو بدلنے کی قدرت وطاقت اسی کے قبضے میں ہے۔

دوسری طرف اسلام کی فکر یہ ہے کہ انسان کے پاس اپنا کچھ نہیں ہے، یہ جسم وجان بندے کے پاس اللہ کی امانت ہے، اور اسے اس میں خیانت کرنے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کی اجازت نہیں ہے، وہ نہ تو اپنے کسی عضو کو برباد کرسکتا ہے اور نہ ہی اپنی جان کو، ہندوستان کا جمہوری دستور بھی اس کی تائید کرتا ہے اس لیے دستور ہند کے اعتبار سے یہ قابل تعزیر جرم ہے۔

اس لیے مایوسی کو دور کرنے اور مایوس لوگوں میں امید کی کرن جگانے کی ضرورت ہے، ہمیں ہر سطح پر لوگوں کو یہ بتانا چاہیے کہ راستے کبھی بند نہیں ہوتے؛ بلکہ ہر مرحلے میں متبادل موجود ہوتا ہے جس کو استعمال کرکے مایوسی کے دلدل سے یقینی طور پر نکلا جاسکتا ہے، بالکل اسی طرح جس طرح ہر بند راستے کے قریب میں ایک ڈائیورشن متبادل سڑک کے طور پر موجود ہوتی ہے، اس سڑک میں جرکنگ تو ہوتی ہے؛ لیکن اگر آپ نے اس جرکنگ کو برداشت کرلیا تو آگے شاہراہ تک آدمی پہونچ جاتا ہے، اسی طرح مایوس انسان تھوڑی پریشانی اٹھانے کے بعد امید کی شاہراہ پر پہونچ سکتا ہے، اور خودکشی سے بچ سکتا ہے، اس لئے کہ خودکشی کا مطلب زندگی کے امکانات کو ہمیشہ ہمیش کے لیے ختم کردینا ہے۔

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ — مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

مولانا قاری معین الدین رحمۃ اللہ علیہ

قاری معین الدین صاحب بن قاری فخر الدین رحمہم اللہ کے انتقال سے ملت نے ایک بڑے عالم دین، اچھے خطیب اور ملت کے تئیں ہر دم متحرک اور سرگرم رہنے والی شخصیت کو کھودیا ہے، یہ بڑا ملی نقصان ہے، مولانا مرحوم دیوبند میں ہمارے معاصر تھے، دور طالب علمی میں ہی سنجیدگی اور متانت کے پیکر اور اپنے عظیم خانوادہ کے نمائندہ نظر آتے تھے، اس خاندان کا روحانی تعلق پہلے حضرت مولانا بشارت کریم گڑھولویؒ سے تھا جسکی تفصیل درس حیات نامی کتاب میں دیکھی جاسکتی ہے، جو غالباً ان کے والد قاری فخر الدینؒ کی تصنیف ہے، بعد میں شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے فدائین میں اس خاندان کا شمار ہونے لگا، تنظیمی اعتبار سے اس خاندان نے بہار میں جمعیت علماء کے کاموں کو مضبوطی سے آگے بڑھایا، قاری معین الدین صاحبؒ ایک زمانے میں امارت شرعیہ کے رکن بھی رہے اور میٹنگوں میں ان کی حاضری بھی ہوا کرتی تھی، حضرت امیر شریعت سادس ان کے مشورے کو اہمیت دیا کرتے تھے، وہ مختصر بولنے اور مدلل بولنے کے عادی تھے، ان کو اپنے والد کی طرف سے مخلصین کا بڑا حلقہ ملا تھا، وہ ان سب کے کام آتے، قاری معین الدین صاحب نے اپنی زندگی ملی، تعلیمی اور سماجی کاموں کے لیے وقف کر رکھا تھا، وہ لوگوں کے درمیان سرخ رو تھے، اس لیے نہیں کہ وہ پان کثرت سے کھاتے تھے؛ بلکہ اس لیے کہ ان کی خدمات کے جو نقوش تھے انہوں نے لوگوں کے درمیان ان کو سرخ رو بنا دیا تھا، تقریر اچھی کرتے تھے، تحریری طور پر کوئی تصنیف تو نظر سے نہیں گذری، بعض خطبۂ استقبالیہ میں ان کی تحریر کے نمونے دیکھنے کو ملتے ہیں، وہ اگر ملی سرگرمیوں میں اپنے کو نہیں کھپاتے اور لکھنے کا کام جاری رکھتے تو اس میدان میں بھی وہ بہتوں سے آگے بڑھ سکتے تھے؛ لیکن دوسری مشغولیات اور مدرسہ قاسمیہ گیا کی نظامت و اہتمام نے انہیں اس کا وقت نہیں دیا، قاری فخر الدین صاحبؒ کے انتقال کے بعد مدرسہ قاسمیہ کی تعلیمی سرگرمیوں کو ان کے بنائے ہوئے نقوش و خطوط پر جاری رکھنا ایک بڑا کام تھا، مولانا قاری معین الدین صاحبؒ نے اسی نہج پر مدرسہ کے کام کو آگے بڑھایا اور اس کے تعلیمی معیار اور مقبولیت میں کمی نہیں آنے دی، یہ خود اپنے میں بڑا کام تھا، اس ایک کام کے لیے ہی انہیں برسوں یاد رکھا جائے گا، مولانا کے گذر جانے کا صدمہ ہر ایک کو ہے، جمعیت علماء بہار نے اپنا ایک سرگرم قائد کھو دیا ہے، سب تعزیت کے مستحق ہیں۔

مستحق قاری محمد یعقوب صاحب، مولانا یوسف فریدی، مولانا شاہد ناصری حنفی بھی ہیں جن کی سسرالی رشتہ داری اس خاندان سے ہے، اللہ تعالیٰ مولانا کی مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین

پروفیسر خالد سعید مرحوم

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد کے سابق صدر شعبہ اردو نامور شاعر، ادیب، ناقد اور محقق کا ۲۶/مئی ۲۰۲۱ء کو حیدرآباد میں انتقال ہوگیا، وہ گردے کے مرض میں مبتلا تھے، ان کی نماز جنازہ گلبرگہ کرناٹک میں ادا کی گئی اور وہیں تدفین عمل میں آئی، انہوں نے ریاست میں غیر اردو دانوں کو اردو سکھانے کا ایک مثالی کارنامہ انجام دیا تھا، بحیثیت بانی صدر شعبہ اردو اور بحیثیت کارگذار وائس چانسلر (مانو) اردو زبان اور یونیورسٹی کی بیش بہا خدمات انجام دی تھیں - ان کی یہ خدمات ناقابل فراموش ہیں جنہیں عرصہ دراز تک یاد رکھا جائے گا - میری ان سے سولن ہماچل پردیش میں سی آئی آئی ال کے ذریعہ منعقد ایک ورک شاپ میں ہوئی تھی جو انیس روز تک جاری رہا تھا، انیس روزہ رفاقت میں وہ انتہائی ملنسار اور خوش اخلاق نظر آئے، یہ ورک شاپ کھیل کھیل میں بچوں کو کیسے پڑھائیں کے عنوان پر تھا، اس موقع سے جو کھیل انہوں نے بنائے اس سے ان کے اخاذ ذہن کا پتہ چلتا تھا، وہ ماہر ادیب کے ساتھ ساتھ بہت مخلص انسان اور باغ و بہار طبیعت کے مالک تھے - انہوں نے مختلف جہتوں سے اپنی خدمات کے انمٹ نشان چھوڑے ہیں جنھیں تا دیر یاد رکھا جائے گا - پروفیسر خالد سعید ڈاکٹر ممتاز احمد خان مرحوم کی دعوت پر دوبار حاجی پور تشریف لائے، پہلی بار 12 اپریل 1998ء کو جب حاجی پور کے وکالت خانہ ہال میں اردو کے ممتاز شاعر و ادیب پدم شری ڈاکٹر کلیم عاجز پر سمینار کا انعقاد کیا گیا تھا تو وہ بحیثیت مہمان خصوصی سمینار میں شریک ہوئے تھے - اس موقع سے انہوں نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کہ "ڈاکٹر کلیم عاجز نے اپنی شاعری اور نثر میں جس اسلوب کو اختیار کیا وہ ہر کسی کو میسر نہیں ہوسکتا -" دوسری بار 14 اپریل 1998ء کو ڈاکٹر ممتاز احمد خان مرحوم نے اپنی رہائش گاہ "ساجدہ منزل" باغ ملی میں ان کے اعزاز میں ایک ادبی نشست کا بھی انعقاد کیا تھا - اس موقع پر پروفیسر خالد سعید نے "کرناٹک میں اردو کی صورتحال" پر ایک نہایت مفصل و معلوماتی لکچر دیا تھا، جس سے سامعین محظوظ ہوئے تھے - موصوف نے اس موقع سے انجمن کی کارروائی رجسٹر پر اپنے قیمتی تاثرات بھی تحریر کیے تھے جو ریکارڈ میں محفوظ ہے - پروفیسر خالد سعید اس زمانہ میں کرناٹک کالج (بیدر) کے صدر شعبہ اردو تھے اور علمی مطالعہ کی غرض سے خدا بخش پبلک اورینٹل لائبریری، پٹنہ تشریف لائے ہوئے تھے - ان کی تحریروں میں صاف اور شستہ اسلوب لیے ہوتی تھیں، علمی موضوعات پر ان کی تقریروں سے بھی لوگ کافی محظوظ اور مستفیض ہوا کرتے تھے، اللہ رب العزت نے انہیں تحقیق کا بھی اچھا ملکہ عطا فرمایا تھا، شاعر کی حیثیت سے بھی ان کی اپنی ایک پہچان تھی، ان کی تنقید میں جارحیت کا عنصر بالکل نہیں تھا، وہ تجزیہ کرنے میں غیر جانب دارانہ رخ اختیار کرتے تھے اور معروضی مطالعہ کے بعد جس نتیجہ تک پہونچتے تھے اسے بلا کم و کاست قاری کے سامنے رکھ دیتے تھے۔ ایسی علمی اور ادبی شخصیت کا ہمارے درمیان سے چلا جانا بڑا خسارہ ہے۔ اللہ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

کتابوں کی دنیا — ایڈیٹر کے قلم سے

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

ذکرِ جمیل

ڈاکٹر محمد انظر ندوی شعبۂ عربی اسٹڈیز میں اسسٹنٹ پروفیسر ہیں، حیدرآباد میں انگلش اینڈ فارن لنگویجز یونیورسٹی سے وابستہ ہیں، ان کی کئی کتابیں اس سے قبل عربی میں مطبوع ہو کر مقبول ہو چکی ہیں، ان میں ادب السیرة الذاتية المقارنة بين الايام وحياتي، السيرة الذاتية في الهند، جهود الكتاب المصريين في تطوير ادب السيرة النبوية، رجال من الهند لم يتساهم التاريخ خاص طور پر قابل ذکر ہیں، ان کتابوں کے مطالعہ سے ڈاکٹر محمد انظر ندوی کے مطالعاتی رجحان کا پتہ چلتا ہے اور وہ یہ کہ شخصیات ان کا پسندیدہ مطالعاتی موضوع ہے، ذکر جمیل بھی دراصل عارف باللہ حضرت الحاج صوفی جمیل احمد رحمانی خلیفہ و مجاز امیر شریعت حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانی نور اللہ مرقدہ کا تذکرہ اور سوانح ہے، جس میں ان کے وطن کی نسب سے پورنیہ کی تاریخ کا بڑا اہم اور قابل قدر حصہ کتاب کا جز بن گیا ہے، جس کے مطالعہ سے ہم پورنیہ کی صحافتی، تعلیمی، تاریخی، شعری، ادبی، دینی اور علمی سرگرمیوں سے واقف ہوتے ہیں، یہ کتاب کا پہلا باب ہے، جس میں پورنیہ کا منظر نامہ، پورنیہ میں اردو صحافت، پورنیہ کی تعلیمی صورت حال، پورنیہ کے چند قدیم تعلیمی و ادبی ادارے، پورنیہ کے مؤرخین، پورنیہ کے افسانہ نگار کی تعلیمی صورت حال، پورنیہ کے چند قدیم تعلیمی و ادبی ادارے، پورنیہ کے مؤرخین، پورنیہ کے افسانہ نگار، پورنیہ میں فارسی شاعری، پورنیہ کے تاریخی کتبات، پورنیہ میں اردو شاعری، پورنیہ کی بزم صوفیہ، پورنیہ کے معاصر صوفیاء اور خانقاہیں، پورنیہ کے چند معاصر علماء دین جیسے اہم امور کا تفصیلی مطالعہ پیش کیا گیا ہے، یہ بحث کتاب کے صفحہ ۱۳۳ تک پھیلی ہوئی ہے۔

دوسرے باب میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ، اساطین سلسلہ، خانقاہ رحمانی مونگیر، چند اصطلاحات تصوف سے قارئین کو واقف کرایا گیا، اس باب کے مطالعہ سے ہم امام ربانی مجدد الف ثانی، مولانا فضل رحماں گنج مرادآبادی، مولانا سید محمد علی مونگیری، مولانا محمد عارف صاحب ہرسنگھ پوری، مولانا محمد منت اللہ رحمانی، خانقاہ رحمانی مونگیر کے احوال و آثار سے اجمالی واقفیت حاصل ہوتی ہے، یہ سلسلہ صفحہ ۱۶۱ تک گیا ہے۔

تیسرے باب میں حضرت حاجی جمیل احمد رحمانی کے ارد گرد کا ماحول اور عام حالات، دریا کا محل وقوع اور تعارف، دادی ہالی، نانی ہالی اور سسرالی خاندان کا جائزہ لیا گیا ہے، اس حوالہ سے اس علاقہ کے کئی خاندان کے احوال اور ان کی شاخوں کا ذکر بھی آگیا ہے، ۲۰۴ تک پہونچتے پہونچتے ہم بہت حد تک ان کے خاندان سے مانوس ہو جاتے ہیں۔

باب چہارم صفحہ ۲۰۹ سے شروع ہوتا ہے، اس باب میں عارف باللہ الحاج صوفی جمیل احمد رحمانی حیات و خدمات پر روشنی ڈالی گئی ہے، یہ روشنی تفصیلی بھی ہے اور تحقیقی بھی، آخر میں علماء دین کے تاثرات بھی منقول ہیں، اس طرح یہ کتاب چار سو چھیالیس صفحات پر جا کر ختم ہوتی ہے، اس کے بعد ماخذ و مراجع کا تذکرہ ہے، زندگی مرحلہ منزل بہ منزل میں اجمالی تعلیمی اور تصنیفی خدمات کا ذکر ہے۔

گذشتہ چند دہائیوں میں اکابر کی سوانح پر مشتمل کتاب بھی بغیر تصویر کے مکمل نہیں ہوتی، اس لیے کتاب کے آغاز میں ہی ایک بارونق، کثیر اللحیۃ، آنکھوں پر عینک اور سر پر ٹوپی لیے حضرت الحاج صوفی جمیل احمد رحمانی کی تصویر دی گئی ہے، اعتراض کا موقع اس لیے نہیں ہے کہ جب شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی تصویر ڈاک ٹکٹ پر چھپوا کر ہم نے تالیاں پیٹیں، فقیر الی اللہ میں حضرت مولانا شرف عالم ندوی، حیات امیر شریعت رابع اور حیات ولی میں دونوں بزرگوں کی تصویریں چھپی ہیں، اس لیے صوفی جمیل احمد رحمانی کی اس تصویر کا شائع ہونا برا نہیں معلوم ہوا، بزرگوں کی خواہی نخواہی تصویروں کی اس اشاعت نے ہم جیسے چھوٹوں کو بھی مصور چھپنے کی لت میں مبتلا کر دیا اور اب تو شاید باید کوئی بزرگ بچے ہوں، جن کی تصویریں دستیاب نہ ہوں، غنیمت صرف یہ ہے کہ مفتیوں کے ناجائز کے فتوے کی وجہ سے خواص میں احساس گناہ کے ساتھ یہ کام کیا جا رہا ہے، اور عوام کے دل سے احساس زیاں بھی رخصت ہوگیا ہے۔

کتاب کا پیش لفظ مولانا کبیر الدین فوزان نے لکھا ہے، جو خود بھی اسی علاقہ کے رہنے والے ہیں، عرض مصنف کے عنوان سے مولانا ڈاکٹر محمد انظر ندوی نے اس کتاب کی وجہ تصنیف اور انتقال پر ملال کے پچیس سال بعد اس کتاب کی اشاعت کے وجوہ و اسباب پر گفتگو کی ہے، اجمالاً صوفی صاحب کا تذکرہ بھی غرض مصنف میں آگیا ہے۔

صوفی جمیل احمد رحمانی ڈاکٹر انظر ندوی صاحب کے والد محترم تھے، ان کی شب و روز کی نقل و حرکت ان کے اوصاف و کمالات سے جتنا گھر کے لوگ واقف تھے، دوسرا ہو ہی نہیں سکتا، اس لیے اس کتاب کے مندرجات کی صحت میں کوئی کلام نہیں کیا جاسکتا، بیٹا کے اپنے جذبات والد کے لیے ہوتے ہیں اور ایسے موقع سے خوبیوں کے بیان کرنے میں مبالغہ کا عنصر پایا جاتا ہے؛ لیکن اس کتاب میں بادی النظر میں ایسا کچھ نہیں دکھائی دیتا، ڈاکٹر محمد انظر ندوی اچھے عالم اور بڑے محقق ہیں، انہوں نے معلومات کو مندرجات بنانے کے لیے چھان پھٹک کا کام اچھی طرح کیا ہے، اس لیے یہ کتاب تاریخی اور تحقیقی بن گئی ہے، یہ صحیح اور سچی بات ہے کہ عرصہ کے بعد ایک ایسی کتاب مطالعہ میں آئی ہے، جس میں عصر حاضر کے علمی تقاضوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے، اور قینچی اور کاپی پیسٹنگ کے کام سے بچا گیا ہے، یہی اس کتاب کی انفرادیت ہے۔

الانصار پبلی کیشن حیدرآباد سے چھپی اس کتاب کی قیمت پانچ سو روپے ہے، یعنی فی صفحہ ایک روپے سے کچھ زیادہ ہے، کمپوزنگ اور سیٹنگ عمدہ ہے، کاغذ و طباعت بھی معیاری ہے، ہارڈ بائنڈنگ کے ساتھ الگ سے ٹائٹل بھی لگایا گیا ہے، جس سے کتاب کی خوبصورتی کافی بڑھ گئی ہے، تاریخ، تذکرہ اور سوانح کے مطالعہ کے شوقین کو اس کتاب کو اپنے گھر میں ضرور رکھنا چاہیے، پورنیہ کی تاریخ پر کئی کتاب پہلے آچکی ہیں، اس میں اس کتاب کا ایک باب خوش گوار اضافہ ہے، امید ہے علمی دنیا میں اس کتاب کی خوب خوب پذیرائی ہوگی۔

Scanned with CamScanner

قسط دوازدہم

حجۃ الاسلام الامام محمد قاسم نانوتویؒ بحیثیت محدث

☆حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی نائب امیر شریعت امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھار کھنڈ☆

علم حدیث میں مذاق قاسمی

(۱) ترجیح کے بجائے تطبیق

علماء احناف کہتے ہیں کہ اگر روایات باہم متعارض ہوں اور روایات کی تقدیم وتاخیر کا علم ہوجائے تو مقدم روایت کو منسوخ مانیں گے، ورنہ ترجیح کا راستہ اختیار کریں گے اور اگر وجہ ترجیح بھی نہ ملے تو تطبیق کی صورت اختیار کریں گے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو توقف اختیار کریں گے، لیکن حضرت نانوتویؒ کا خیال یہ ہے کہ ترجیح کے بجائے تطبیق کا راستہ اختیار کریں گے اور دونوں حدیثوں پر عمل کریں گے، حتی الامکان کوشش ہو کہ کوئی حدیث عمل سے نہ رہ جائے، آپ کا یہ مذاق آپ کی تصانیف سے بھی ظاہر ہے، خصوصاً ''الحق الصریح'' اور ''توثیق الکلام'' میں دیکھا جاسکتا ہے۔

حدیث ضعیف پر عمل:

اور آپ کا یہ مذاق آپ کے عمل سے ظاہر ہوتا ہے، ایک مرتبہ حضرت گنگوہیؒ نے حاضرین مجلس سے فرمایا کہ:

''مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کو گلاب سے زیادہ محبت تھی، جانتے ہو کیوں تھی؟ ایک صاحب نے عرض کیا کہ ایک حدیث ضعیف میں آیا ہے کہ گلاب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عرق مبارک سے بنا ہوا ہے، فرمایا: ہاں گرچہ حدیث ضعیف ہے مگر ہے تو حدیث (از تحریرات بعض ثقات)۔'' (بحوالہ ارواح ثلاثہ: ص۲۱۶/ حکایت: ۲۳۲)

(۲) احکام منسوخ پر عمل:

حضرت نانوتویؒ کا یہ بھی نقطۂ نظر ہے کہ جو احکام منسوخ ہیں اگر فی نفسہٖ ان کی مشروعیت باقی ہو تو اس کو بھی مستحب کے درجہ میں رکھا جائے، تاکہ ان پر فی الجملہ عمل ہوجائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قول وفعل کی فی الجملہ اتباع ہوجائے، چنانچہ آپ کی رائے ہے کہ ''گو پچاس نمازیں منسوخ ہیں، لیکن استحباب کے درجہ میں ہنوز باقی ہیں'' پھر ایک نکتہ لکھا ہے کہ تتبع سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول شب وروز میں پچاس رکعت پڑھنے کا تھا۔ (الامام الکبیر، ص: ۳۱۱)

(۳) نسخ کے بارے میں آپ کا نقطۂ نظر:

نسخ کے بارے میں آپ کا نقطۂ نظر وہی تھا جو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا تھا کہ نسخ کم سے کم مانا جائے اور اس پر یہ دلیل پیش فرماتے تھے کہ نسخ خلاف اصل ہے، خود حضرت نانوتویؒ کے الفاظ ہیں: ''نسخ خلاف اصل ہے تا مقدور اس سے احتراز مناسب ہے''۔ (الامام الکبیر، ص: ۳۱۱)

(۴) نص کے ظاہر پر عمل:

اسی طرح آپ نص کے ظاہری الفاظ پر عمل کرنے کو بمقابلہ اس کی تاویل وتوجیہ کے انسب خیال کرتے تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ''تاویل کرنی یا تخصیص کرنی جس کا حاصل نسخ ہے زیبا نہیں۔'' (مجموعہ ہفت رسائل، ص: ۳۳۵)

(۵) احادیث سے استدلال میں درایت کا غلبہ:

حضرت نانوتویؒ کے یہاں احادیث سے استدلال میں درایت کا پہلو غالب ہے، جو ایک مشکل عمل ہے، کیونکہ روایت کیلئے نقل وحکایت ہے اور درایت کے لئے اس موضوع کی تہہ تک پہونچ کر اپنی بات کہنا اور اپنی قوت فکر کا استعمال کرنا ہے۔ حضرت نانوتویؒ نے اس بات کی طرف بار بار اشارہ فرمایا ہے: ''قوتِ روایت باعتبار قوتِ درایت سند سے بڑھ کر ہے''۔ ایک جگہ لکھتے ہیں: ''قوتِ درایت قوت روایت سے مقدم ہے'' اسی لئے حضرت نانوتویؒ کی رائے ہے کہ ایسے رواۃ جو تفقہ میں فائق ہوں ان روایوں پر ترجیح رکھتے ہیں، جو صرف سند اور رجال سے تعلق رکھتے ہوں، چنانچہ فرماتے ہیں ''یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ فقہاء کا زیادہ سند میں اعتبار ہوا اور کیوں نہ ہو روایت بالمعنی اکثر ہوتی ہے اور اس میں فہم ہی کی زیادہ ضرورت ہے''۔ (الامام الکبیر، ص: ۳۱۳)

اعلیٰ درجہ کی قوت استنباط:

آپ نے حدیث کے موضوع پر مستقل کوئی تصنیف تو نہیں فرمائی مگر آپ کی دیگر تحریرات میں یا سوالات کے جوابات میں جو آپ نے لکھا ہے اس سے آپ کی استنباطی قوت وصلاحیت کا اندازہ ہوتا ہے، لگتا ہے کہ علوم کا دریا رواں ہے، حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب مدظلہ نے لکھا ہے کہ:

''وہ صرف تیراک نہ تھے بلکہ غواص تھے ان کے یہاں یافت سے زیادہ دریافت ہے آپ کی جو بھی تحریر دیکھی جائے اس میں نقل وحکایت کم ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے منجانب اللہ علوم ومعارف کا ورود ہو رہا ہے۔'' (الامام محمد قاسم النانوتویؒ، حیات، افکار، خدمات، ص: ۲۸۹)

اس کے لئے آپ کی معرکۃ الآراء تصنیف تحذیر الناس کو اٹھا کر دیکھا جاسکتا ہے جو آپ نے صرف حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے اثر ''اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ سَبْعَ أَرْضِیْنَ، فِیْ کُلِّ أَرْضٍ آدَمُ کَآدَمِکُمْ، وَنُوْحٌ کَنُوْحِکُمْ، وَاِبْرَاهِیْمُ کَاِبْرَاهِیْمِکُمْ، وَعِیْسَی کَعِیْسَاکُمْ، وَنَبِیٌّ کَنَبِیِّکُمْ'' (حاکم نیشاپوری، محمد بن عبداللہ، مستدرک علی الصحیحین، تحقیق: مصطفیٰ عبدالقادر عطا (لبنان: دارالکتب العلمیہ، بیروت: ط۱، ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۰ء، رقم الحدیث: ۳۸۲۲، ج: ۲/ ص ۵۳۵)) پر ہونے والے سوال کا جواب تحریر فرمایا ہے جو ۹۶/ صفحات پر مشتمل ہے، (جو بحمد للہ ابھی ایک سال قبل حجۃ الاسلام اکیڈمی سے تحقیق وتخریج سے مزین ہو کر شائع ہوئی ہے) محبین علوم نانوتوی کیلئے خصوصاً اور تمام اہل علم کے لئے عموماً سرمۂ چشم کا درجہ رکھتی ہے

اسی کتاب سے چند مثالیں پیش کرتا ہوں جس سے علم حدیث کی توضیح وتشریح میں آپ کا طرز نمایاں ہوگا۔

مثال: (۱)

آپ نے حدیث رسول ''علمت علم الاولین والآخرین'' (روح المعانی: ص۲۵۳/ ج۳) کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے: ''شرح اس معمہ کی یہ ہے کہ اس ارشاد سے ہر خاص وعام کو یہ بات واضح ہے کہ علوم اولین اور ہیں اور علوم آخرین اور، لیکن وہ سب علوم رسول اللہ میں مجتمع ہیں۔ سو جیسے علم سمع اور ہے، اور علم بصر اور، پر بایں ہمہ قوت عاقلہ اور نفس ناطقہ میں یہ سب علوم مجتمع ہیں۔ ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیائے باقی کو سمجھئے۔ پر ظاہر ہے کہ سمع وبصر اگر مدرک وعالم ہیں، تو بالعرض ہیں؛ ورنہ مدرکِ حقیقی اور عالم تحقیقی وہ عقل اور نفس ناطقہ ہی ہے۔ اسی طرح سے عالم حقیقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور انبیائے باقی، اور اولیاء اور علمائے گزشتہ ومستقبل اگر عالم ہیں، تو بالعرض ہیں۔

حکایات اہل دل

کتبہ: مولانا رضوان احمد ندوی

بزرگان دین اور اولیاء کرام کے حالات زندگی اور ان کے واقعات پڑھنے سے ایمان ویقین میں پختگی آتی ہے، اس لئے میں نے حکایات اہل دل کے عنوان سے بزرگوں کے واقعات لکھنے کا ایک سلسلہ شروع کیا۔

اسی کا نام تقوی ہے

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سفر پر تھے، زادراہ جو ساتھ تھا وہ ختم ہوگیا، آپ نے دیکھا کہ جنگل میں بکریوں کا گلہ چر رہا ہے اور اہل عرب کے اندر یہ رواج تھا کہ لوگ مسافروں کو راستہ میں مہمان نوازی کے طور پر مفت دودھ پیش کیا کرتے تھے، چنانچہ آپ چرواہے کے پاس گئے اور اس سے جاکر فرمایا کہ میں مسافر ہوں اور کھانے پینے کا سامان ختم ہوگیا ہے، تم ایک بکری کا دودھ نکال کر مجھے دیدو، تاکہ میں پی لوں، چرواہے نے کہا کہ آپ مسافر ہیں، میں آپ کو دودھ ضرور دیتا، لیکن مشکل یہ ہے کہ یہ بکریاں میری نہیں ہیں، ان کا مالک دوسرا شخص ہے اور ان کے چرانے کی خدمت میرے سپرد ہے، اس لئے یہ بکریاں میرے پاس امانت ہیں اور ان کا دودھ بھی امانت ہے، لہذا شرعی اعتبار سے میرے لئے ان کا دودھ آپ کو دینا جائز نہیں ہے۔

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا امتحان لینا چاہا اور اس سے فرمایا کہ دیکھو بھائی، میں تمہیں ایک فائدہ کی بات بتاتا ہوں، جس میں تمہارا بھی اور میرا بھی فائدہ ہے، وہ یہ کہ تم ایسا کرو کہ ان میں سے ایک بکری مجھے فروخت کردو اور اس کی قیمت مجھ سے لے لو، اس میں تمہارا فائدہ یہ ہے کہ تمہیں پیسے مل جائیں گے اور میرا فائدہ یہ ہوگا کہ مجھے بکری مل جائے گی، راستہ میں اس کا دودھ استعمال کرتا رہوں گا، رہا مالک تو اس سے کہہ دینا کہ ایک بکری بھیڑیا کھا گیا اور اس کو تمہاری بات پر یقین بھی آجائے گا، کیونکہ جنگل میں بھیڑیے بکریاں کھاتے رہتے ہیں، اس طرح دونوں کا کام بن جائے گا، جب چرواہے نے تدبیر سنی تو اس نے فوراً جواب میں کہا:

''یا هذا فاین الله'' ؟ اے بھائی اگر میں یہ کام کرلوں تو اللہ کہاں گیا''؟

یعنی یہ کام میں یہاں کر تو لوں اور مالک کو بھی جواب دیدوں گا، وہ بھی شاید مطمئن ہوجائے، مگر مالک کا بھی ایک اور مالک ہے، اس کے پاس جاکر کیا جواب دوں گا، اس لئے میں یہ کام کرنے کے لئے بھی تیار نہیں ہوں، ظاہر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کا امتحان لینا چاہتے تھے، جب اس چرواہے کا جواب سنا تو آپ نے فرمایا: کہ جب تک تجھ جیسے انسان اس روئے زمین پر موجود ہیں اس وقت تک کوئی ظالم دوسرے شخص پر ظلم کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہوگا، اس لئے کہ جب تک دل میں اللہ کا خوف، آخرت کی فکر، اللہ کے سامنے کھڑا ہونے کا احساس موجود رہے گا، اس وقت تک جرائم اور مظالم چل نہیں سکیں گے، اسی کا نام تقویٰ ہے۔ (اصلاحی خطبات: ۸/۱۱۸)

فضول کاموں میں وقت نہ لگایئے

ہارون رشید کے دربار میں ایک شخص حاضر ہوا، وہاں اس نے ایک تماشہ دکھانے کی اجازت حاصل کی اور صحن کے بیچوں بیچ ایک سوئی گاڑ دی اور پھر کچھ فاصلے پر جاکر اس نے ایک سوئی پہلی سوئی کی طرف پھینکی، یہ سوئی سیدھی گڑی ہوئی سوئی کے ناکے میں چلی گئی۔ لوگ عش عش کر اٹھے، ہارون رشید نے حکم دیا کہ اس شخص کو ایک دینار انعام دیا جائے اور دس دُرّے مارے جائیں، انعام کی وجہ اس کی ذہانت اور مشاقی ہے اور سزا کی وجہ یہ ہے کہ اس نے اپنا ذہن اور وقت ایسے فضول کام میں صرف کیا۔

اچھے لوگ

حضرت بہلولؒ قبرستان میں رہتے تھے، ایک دن حضرت سری سقطیؒ نے ان سے پوچھا ''برادر! آپ شہر میں کیوں نہیں رہتے؟'' بہلولؒ بولے ''میں بہت اچھے لوگوں کے پاس رہتا ہوں، ان کے قریب بیٹھتا ہوں تو، مجھے تکلیف نہیں پہنچاتے اور ان سے دور ہوتا ہوں تو میری غیبت نہیں کرتے''

اچھا کون

تاتاری جب بغداد کی سلطنت پر غالب آگئے تو ان کے اندر احساس برتری پیدا ہوگیا، وہ اپنے آپ کو مسلمانوں سے بہت اونچا سمجھنے لگا، ایک تاتاری شہزادہ ایک بار گھوڑے پر سوار ہو کر شکار کے لئے جا رہا تھا، اس کے ساتھ اس کا کتا بھی تھا، راستہ میں ایک مسلمان بزرگ ملے، اس نے مسلمان بزرگ کو اپنے پاس بلایا اور کہا ''تم اچھے ہو یا میرا کتا'' مسلمان بزرگ نے اطمینان کے ساتھ جواب دیا ''اگر میرا خاتمہ ایمان پر ہو تو، میں اچھا ورنہ تمہارا کتا اچھا'' یہ جملہ اس وقت اتنا مؤثر ثابت ہوا کہ تاتاری شہزادہ کا دل ہل گیا، وہ اس ایمان کے بارے معلومات حاصل کرنے لگا جس پر آدمی کا خاتمہ نہ ہو تو وہ کتے سے بدتر ہوجاتا ہے، اس تلاش کا بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مسلمان ہوگیا۔

Scanned with CamScanner

سیرت نبوی ﷺ کا انقلابی پیغام

ڈاکٹر محمد طارق ایوبی ندوی

آنحضرت ﷺ کی ولادت باسعادت بروز دوشنبہ ماہ ربیع الاول میں ہوئی، مشہور یہی ہے کہ آپ کی ولادت ۱۲ رربیع الاول مطابق ۲۰ راپریل ۵۷۱ء کو ہوئی، مصر کے ایک عالم محمود پاشا فلکی نے جو دلائل پیش کیے ہیں ان کی روشنی میں تاریخ ولادت ۹ رربیع الاول قرار پائی ہے۔) ہی تو وہ آفتاب ہدایت طلوع ہوا تھا جس کی روشنی سے دنیا منور ہوئی تھی، وہ ابر رحمت سایہ فگن ہوا تھا، جس کے آغوش میں سسکتی ہوئی انسانیت نے پناہ لی تھی، برسہابرس سے یہ زمین پیاسی تھی بلکہ بنجر ہو چکی تھی، اسی ماہ میں اس ابر کرم کا ورود مسعود ہوا جس کے انوار کی بارش سے انسانیت باغ باغ ہوگئی، ظلم وجور کی بساط لپیٹ دی گئی، خالق ومخلوق کے درمیان سے پردے اٹھا دیے گئے، ایک نئی تہذیب، نئے تمدن کی بنیاد ڈالی گئی، تحریک دعوت کو ایک زندہ تحریک کی حیثیت اس طرح متعارف کرایا گیا کہ دیکھتے ہی دیکھتے جزیرۃ العرب شرک وبت پرستی سے پاک ہوگیا، بلکہ بہت جلدی آنحضرت کی حیات طیبہ میں ہی مسلمانان عرب جزیرۃ العرب سے نکل کر تبوک میں رومیوں کی منظم فوج (Professional Army) سے ٹکرا گئے اور اس طرح دعوت اسلامی کی شعائیں دور تک پھیلتی چلی گئیں، اس غزوہ نبوی کی تاریخ اسلامی میں بڑی اہمیت ہے، قرآن مجید کی سورہ توبہ میں اس کا بڑے اہتمام وتفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ یہی وہ مہینہ تو تھا جس میں رحمۃ للعلمین کا ظہور قدسی ہوا، اسی ظہور کے باعث وہ معصوم کلیاں مسکرانے لگیں، جو کھلنے سے پہلے مسل دی جاتی تھیں، یتیموں اور بیواؤں کے کپکپاتے ہونٹ مسکراہٹ سے آشنا ہوئے، جزیرۃ العرب کا ذرہ ذرہ اپنی قسمت پر ناز کرنے لگا، کفر پر لرزہ طاری ہوگیا، قیصر وکسریٰ کے محلوں کے کنگورے ہلنے لگے، ایسا کیوں نہ ہوتا کہ تاجدار عالم، دستگیر بے نوا، امام بزم انبیاء خاتم الرسل حضرت محمد ﷺ کی بعثت ہوئی تھی، آپ نے مضمحل دلوں کو تازگی بخشی، بیمار دماغوں کو نسخۂ شفا دیا، پژمردہ انسانیت کو زندگی کی نوید سنائی، کبر ونخوت کو پیروں تلے رگڑ دیا، بزم حیات کے منتشر نظام کو یکسوئی عطا کی، دنیا کو حریت کے معانی سمجھائے، اخوت و مساوات کا ایسا چلن ہوا کہ غلامی کی فضا کانپ اٹھی، سرکار دو عالم کی آمد سے مظلوموں کی آہیں اور ستم رسیدوں کے نالے نغمۂ طرب میں بدل گئے، دنیا جمہوریت کے اصولوں سے واقف ہوئی مختصر یہ کہ آپ کی بعثت سے جھوٹے خداؤں کا فریب مٹنے لگا اور ظالم وجابر کفار کے ماتھے پر پسینہ آنے لگا، آج بھی دنیا کو پھر اسی نبی امی کی سیرت کے ان جلوؤں کی ضرورت ہے جن کی جہاں آرائی وجہاں بانی، کرم فرمائی وغمگساری، مسیحائی وعدل پروری محقق ومدلل اور حقیقت مجسم ہے۔

ربیع الاول آتا ہے اور چلا جاتا ہے، سیرت کے جلسے ہوتے ہیں، میلاد کی محفلیں سجتی ہیں، واقعات سیرت سنے اور سنائے جاتے ہیں، مضامین لکھے اور پڑھے جاتے ہیں، لیکن کیا نقوش سیرت ہماری آنکھوں میں ہیں، کیا قدم قدم پر ہم سیرت سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں، کیا ہم نے سیرت کے پیغام کو عام کیا ہے، کیا ہم نے رسول ﷺ کے آفاقی وانسانی وعالمی پیغام کو اس حیثیت سے متعارف کرایا ہے جس حیثیت سے آپ نے خود اپنا تعارف کرایا تھا، کیا ہم نے آپ کی خانگی، معاشرتی، اجتماعی، سیاسی اور علمی زندگی سے دنیا بھر کے انسانوں کو آشنا ہونے کا موقع دیا، کیا ہم نے حضور پاک کی سیرت کو اس حیثیت سے پڑھا کہ وہ معلم بھی تھے اور امام بھی، قاضی بھی تھے اور حاکم بھی، سیاستداں بھی تھے اور عبادت گزار بھی، عرب وعجم کے مالک ہونے کی بشارت بھی دیتے تھے لیکن شکر گذار بندہ بن جانے کی تلقین بھی کرتے، فاتح عالم بھی تھے مگر سراپا رحمت بھی، قیادت بھی کی اور خدمت کا سلیقہ بھی سکھایا، ہمارے طرز عمل سے ایسا لگتا ہے کہ سیرت رسول علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کتابوں میں محفوظ رکھنے کے لئے ہے، شمائل نبوی شروحات لکھنے کے لیے ہیں، اخلاق نبوی پڑھنے اور سننے کے لئے ہیں، بیع وشراء کے احکامات امتحان پاس کرنے اور نظریاتی بحثیں کرنے کے لئے ہیں، کیا ایسا نہیں کہ ہم سیرت کے بعض حصوں کو پیش کرتے ہیں اور اکثر حصوں سے آنکھیں چراتے ہیں، سیرت کے دفتر کے دفتر ہضم کرنے والے ہی بتا سکتے ہیں کہ معلم اخلاق اور محسن انسانیت کے اسوۂ کامل کا کتنا عکس ہماری زندگیوں پر ہے اور کس قدر ہم نے ان کی تعلیمات کو اپنی عملی زندگی کا حصہ بنایا ہے اور عالم انسانیت کو ان کے احسانات سے متعارف کرایا ہے۔

جس وقت آنحضرت کی بعثت ہوئی دنیا اس وقت ظلمت کدہ بنی ہوئی تھی، تہذیب وتمدن عنقاء تھا، جو اپنے کو متمدن سمجھتے تھے ان کا تمدن درندہ صفت تھا، یاجوج ماجوج کی طرح وہ ظلم وجور کے رسیا تھے، ظلم کی آخری انتہا یہ تھی کہ جزیرۃ العرب میں بچیاں زندہ در گور کردی جاتی تھیں، پوری انسانیت ضلالت وگمراہی کی انتہا کو پہنچ چکی تھی بلکہ یوں کہیے کہ بارود کے کے ڈھیر پر کھڑی ہوئی تھی، قرآن پاک نے جو نقشہ کھینچا ہے اور جو تصویر کشی کی ہے اس سے زیادہ بلیغ اور مختصر وجامع تصویر کشی کس کے بس کی بات ہے؟ ظلم وجور کی تہذیب، کبر ونخوت وانانیت کی تہذیب، بے حیائی وفحاشی کی تہذیب، عورتوں کو جانور سے بدتر سمجھنے والی تہذیب، سیاسی انارکی سے عبارت تہذیب، جنگ وجدال سے سسکتی تہذیب، جواوشراب اور معاشی استحصال والی تہذیب، اخلاقی وفکری دیوالیہ پن پر مشتمل تہذیب، ادنی درجہ کی انسانی اقدار سے بھی خالی تہذیب اور ایسی تہذیب جو عرب وعجم اور متمدن وغیر متمدن اقوام وقبائل اور دنیا کے سب خطوں پر چھائی ہوئی تھی، اس کا نقشہ کھینچنا اور اس اختصار سے کھینچنا بس قرآن کا اعجاز ہے، ”واذکرو نعمۃ اللہ علیکم إذ کنتم أعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا و کنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا“ (ال عمران:۱۰۳) (ترجمہ: اور تم اللہ نے جو انعامات فرمائے انہیں یاد رکھو، کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کردی اور اس احسان سے تم بھائی بھائی ہوگئے، اور تم دوزخ کے گڑھے کے کنارے تھے اللہ نے تم کو اس سے بچالیا۔) انسانیت آگ کے گڑھے میں گرنا چاہتی تھی تباہی کے دہانے پر پہنچ چکی تھی، لیکن رسالت مآب تشریف لے آئے اور اسے گڑھے کے کنارے سے کھینچ لائے، خود ہی آپ ﷺ نے فرمایا کہ گویا تم آگ میں گرنا چاہتے ہو اور میں تمہاری کمر پکڑ پکڑ کر تمہیں اس میں گرنے سے بچاتا ہوں۔

ان حالات میں آپ کو منصب رسالت سے سرفراز کیا گیا۔ دعوت اسلامی کی تحریک کا آغاز ہوا، ”وانذر عشیرتک الأقربین“ (شعراء:۲۱۴) (ترجمہ: اور اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو خبردار کردو) سے تحریک شروع ہوئی، پھر ”فاصدع بما تومر واعرض عن المشرکین“ (سورہ حجر:۹۴) (ترجمہ: اب تمہیں جو حکم دیا جارہا ہے اس کو بانگ دہل بیان کرو اور مشرکوں کی پرواہ نہ کرو) کے ذریعہ توحید باری کا غلغلہ بلند کرنے کا حکم دیا گیا، آپ نے بھی جدو جہد شروع کردی، حبشہ کو ہجرت ہوئی، وطن عزیز خود آنحضرت کو چھوڑنا پڑا، مکہ سے رخصت ہوئے، اس حال میں رخصت ہوئے کہ دشمن پیچھا کررہا تھا، مدینہ کو وطن بنایا، یہی پہلی اسلامی ریاست کا مرکز بنا، پھر بے سروسامانی کے عالم میں بدر کی جنگ پیش آئی، معاہدے کیے گئے، خطوط لکھے گئے، وفود بھیجے گئے، تگ ودو جاری رہی، جاں نثاروں کی جاں نثاری تاریخ کا حصہ بنتی رہی، اسلامی سلطنت کی حدود وسیع ہوتی رہیں، لوگ جوق در جوق حلقہ بگوش اسلام ہوتے رہے ”اذا جاء نصر اللہ والفتح ورأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا“ (سورہ نصر:۲) (ترجمہ: جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے گی، اور آپ دیکھ لیں گے کہ لوگ جوق در جوق اللہ کی دین میں داخل ہورہے ہیں) کے ذریعہ قرآن نے اس سماں کی منظر کشی کی ہے، مکہ مکرمہ فتح ہوگیا، بشیر ونذیر کی زبان حق ترجمان سے نکلی ہوئی پیش گوئیاں ان لوگوں نے بچشم خود دیکھ لیں جو کل تک خیمہ کفر میں بیٹھ کر استہزاء کیا کرتے تھے، حجۃ الوداع کے موقع پر آنحضرت کے ساتھ ایک لاکھ سے زائد جانثاروں کا مجمع تھا، یہیں تکمیل دین کا یہ قطعی وحتمی اعلان کردیا گیا، ”الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الإسلام دینا“ (سورہ مائدہ:۳) (ترجمہ: آج میں نے تمہاری خاطر تمہارا دین مکمل کردیا، اور اپنے انعامات (ایک واضح قانون دے کر) تم پر تمام کردئے ہیں۔)

آج جاہلیت عود کر آئی ہے، ”جاہلیت اولیٰ“ جو قرآن کی تعبیر ہے اس کے بعد آج پھر جب جاہلیت کا دوسرا دور شروع ہوگیا ہے تو اسے جاہلیت ثانیہ سے تعبیر کرنے میں حرج کیا، جاہلیت کے تمام مظاہر بڑی اپ ڈیٹ اور متمدن صورت میں ہمارے سامنے ہیں، تو پھر کیا اس کی ضرورت نہیں کہ سیرت کے عملی نمونے پیش کیے جائیں، سیرت کی روشنی سے تہذیب جدید کی ظلمتوں کو خیرہ کیا جائے اور کیا یہ ممکن نہیں کہ امت کا ہر ہر فرد سیرت کا عکس لے کر عملا مسلمان بن جائے اور دنیا کے سامنے اس رہبر کامل کے ابدی وکامل اسوہ کو یوں پیش کرے کہ ایک بار پھر دنیا تہذیب اسلامی کی آغوش میں پناہ لے سکے۔

آج حالات اس وقت سے زیادہ سخت نہیں، وسائل اس دور سے کم نہیں، تعداد کا مسئلہ کبھی ہمارے عقیدے کا حصہ نہیں رہا اور قرآن نے تو یہ کہہ کر اس مسئلہ کو ہی ختم کردیا کہ ”کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ“ (سورہ بقرہ:۲۴۹) (ترجمہ: کتنے چھوٹے گروہ اللہ کے حکم سے بڑے بڑے گروہوں پر غالب آتے ہیں) اور یوں بشارت دے دی ”فإن حزب اللہ ھم الغالبون“ (مائدہ:۵۶) اور اس طرح شرط نصرت وفتح واضح کردی ”ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الأعلون إن کنتم مؤمنین“ (آل عمران:۱۳۹) (ترجمہ: تم لوگ بزدل اور کمزور نہ پڑو، اور نہ رنج وغم کے شکار ہو، تم اگر مؤمن ہو تو تم ہی برتر ہو)۔

اس وقت مسلمانوں کی جو نفسیاتی حالت تھی، خوف وہراس کا جو ماحول تھا اور دعوت اسلامی کی ابتدا میں اسے جن مصائب ومشکلات کا سامنا تھا، قرآن سے زیادہ بلیغ انداز میں اس کا حال بیان کیا ہے ”واذکروا اذ انتم قلیل مستضعفون فی الارض تخافون أن یتخطفکم الناس فاواکم وایدکم بنصرہ ورزقکم من الطیبات لعلکم تشکرون“ (انفال:۲۶) (ترجمہ: اور اس وقت کو یاد کرو جب تم تھوڑی تعداد میں تھے، ملک میں دبے کچلے تھے، تمہیں ڈر لگا رہتا تھا کہ کہیں لوگ تمہارا اغوانہ کرلیں، پھر اللہ نے تمہیں محفوظ ٹھکانہ دیا اور اپنی نصرت سے تمہاری تائید کی، اور تم کو پاکیزہ چیزیں عطا فرمائیں، تاکہ تم شکر گزار رہو۔)

ہمیں لگتا ہے کہ آج ہی مسلمانوں کے خلاف سازشیں ہورہی ہیں، انہیں لقمۂ تر سمجھا جارہا ہے، نبی اسلام اور تعلیمات اسلام کا مذاق بنایا جارہا ہے، قرآن مجید نے کفار ومنافقین کے کردار کھول کھول کر بیان کیے ہیں اور یہ واضح کردیا ہے کہ دعوت اسلامی کا سورج ان ہی مشکلات سے طلوع ہوا ہے، اگر قرآن مجید سے فائدہ اٹھایا جائے اور سیرت نبوی کو اسوہ بنایا جائے تو یقیناً ان ہی نامساعد حالات کی کوکھ سے عروج واقبال کا سورج طلوع ہوگا۔

دیکھنا یہ ہے کہ آج ہم کیا کررہے ہیں اور ہمیں کیا کرنا چاہیے، حضور ﷺ نے ابتدا میں بلاتفریق جو بھی حلقہ بگوش اسلام ہوا اس کی تربیت فرمائی اور اس طرح م دوڑنے لگا، جس کو مادیت اور مادیت کے مظاہر سے نفرت ہوگئی، جو نبی کے اشاروں پر مر مٹنے کے لئے تیار رہنے لگے، جو اعمال خیر میں منافست کرنے لگے، جو خود بھوکے رہ کر دوسروں کو کھلانے میں لطف محسوس کرنے لگے، شہادت جن کا مقصود بن گئی، عبادت جن کی عادت بن گئی، اطاعت جن کی فطرت بن گئی، شرم وحیا جن کا زیور بن گیا، تعلیم وتعلم جن کا شیوہ ہوگیا، ایثار وقربانی جن کا وصف قرار پایا، آخر یہ کیوں کر ممکن ہوا، اسی لئے تو ہوا کہ رسولؐ ان کے لئے تڑپتے تھے، ان کی فکر میں گھلتے تھے، ان کی تکلیف پر بلکتے تھے، ان کی بھلائی کے طالب تھے، ان کے ساتھ شفقت ومحبت کا وہ معاملہ فرماتے کہ کوئی ماں بھی اس کا تصور نہ کرسکے، ”لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤوف رحیم“ (التوبہ:۱۲۸) (ترجمہ: یقیناً تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آیا ہوا ہے اسے تمہاری مشقت اور دقت اور مصیبت بہت گراں گزرتی ہے، وہ تمہارے لیے بہت فکر مند اور ایمان والوں پر بہت شفیق ومہربان ہے) (بقیہ صفحہ ۱۴ پر)

مکتب کی تعلیم: مسائل اور حل

مولانا محمد ابراہیم

دینی تعلیم کے مختلف مراحل ہیں، ان میں ابتدائیہ، وسطانیہ اور ثانویہ (Senior Primary, Secondary & Secondary) کی تعلیم پر اعلیٰ تعلیم کی عمارت تعمیر ہوتی ہے۔ جو طلبہ وطالبات یہ تین تعلیمی مراحل طے کر لیتے ہیں، ان کی تعلیمی کارکردگی کا جائزہ لینے سے جہاں ان کی آئندہ زندگی کے رجحانات کا پتہ چل جاتا ہے، وہیں یہ بھی بہت حد تک واضح ہو جاتا ہے کہ اعلیٰ تعلیمی مراحل میں کس کی کامیابی کا امکان کتنا ہے۔ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ ان مراحل میں جن طلبہ کی کارکردگی شان دار رہی، اعلیٰ تعلیمی مراحل میں بھی انہوں نے اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ مذکورہ تین مرحلہ ہائے تعلیم میں بھی سب سے زیادہ اہمیت ومعنویت کا حامل مرحلہ ابتدائیہ ہے۔ اسی مرحلے میں پھول کی پتیوں جیسے معصوم بچوں اور بچیوں کو تعلیم کی وہ بنیاد فراہم کی جاتی ہے جس پر آگے کے تمام مراحل کی عمارت تعمیر ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مرحلۂ تعلیم کو دنیا کا ہر ملک، ہر قوم اور ہر ملت اہمیت دیتی رہی ہے۔ مذہب اسلام نے تو اسے تمام مذاہب وادیان سے کہیں زیادہ اہمیت دی ہے، مسلمانوں میں اس مرحلۂ تعلیم کے لیے مسجدوں یا ان سے متصل سائبانوں یا باضابطہ عمارتوں میں مکاتب کا نظام چلتا رہا ہے۔ آج سے صرف پندرہ بیس سال پہلے کی بات کریں تو تعلیم نسواں کا واحد ذریعہ یہی مکاتب ہی تھے۔ اب جبکہ تعلیم نسواں سے شغل رکھنے والے مدارس بڑی تعداد میں کھل گئے ہیں اور یہ سلسلہ بڑی برق رفتاری سے جاری ہے، مکاتب پر توجہ بہت حد تک ختم ہوگئی ہے یا اس میں بے انتہا کمی در آئی ہے۔

حالاں کہ سچی بات یہ ہے کہ مٹھی یا چنگی سے چلنے والے ان مکاتب کی کل سے زیادہ آج ضرورت ہے۔ خاص کر کورونا وبا سے پیدا شدہ حالات کے بعد یہ احساس شدت اختیار کر گیا ہے کہ مکاتب کی آج بھی ضرورت ہے اور کل بھی رہے گی۔

جس مکتبی نظامِ تعلیم کے اولین بنیاد گزار سید الاولین والآخرین محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں، زمانہ چاہے جس قدر بھی ترقی کر لے اور مسلمان چاہے مغربی جدت طرازیوں سے مرعوب ہو کر اس سے جتنی بھی بے اعتنائی کیوں نہ برت للیں مگر اس کی اہمیت وافادیت نہ کبھی ختم ہوئی اور نہ ہوگی۔ میرے خیال سے کوئی بھی مسلمان اس تاریخی حقیقت سے ناآشنا نہیں ہوگا کہ جب لفظِ اقرا سے وحیِ ربانی کا آغاز ہوا تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیامِ ربانی کی تبلیغ واشاعت کے ساتھ ہی ساتھ تعلیمی مکاتب کے قیام کا بھی آغاز فرما دیا۔ چناں چہ سیدہ فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہما کا گھر مکہ مکرمہ کا اولین مکتب بنا اور اولین استاد سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ قرار پائے۔ دوسرا مکتب دارارقم بنا جو صفا پہاڑی کے دامن میں واقع تھا۔ 40 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کے مستقل طلبا تھے اور اس کا معلم، بہ نفسِ نفیس معلم کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ تیسرا مکتب شعب ابی طالب قرار پایا۔ شعب ابی طالب میں مسلمانوں پر ظلم وجور کی کیا قیامت ٹوٹی، یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے یہ تو معلوم بات ہے۔ تاہم اس کا ایک حیرت انگیز پہلو یہ ہے کہ پورے عرب کے مقاطعے اور بائیکاٹ کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلسلۂ تعلیم ٹوٹنے نہیں دیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ چاہے کچھ بھی ہو جائے، سلسلۂ تعلیم جاری رہے۔ مدینے میں بھی ہجرت سے پہلے ہی قیامِ مکاتب کا مشن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع فرمایا تھا۔ اس مشن کی شروعات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مصعب بن عمیر اور عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہما کو مدینے بھیج کر فرمایا تھا۔ مقصد صرف اور صرف یثرب کے حلقہ بہ گوشانِ اسلام کو زیورِ تعلیم وتربیت سے آراستہ کر کے انہیں انسانی تاریخ کے عظیم ترین انقلاب کے لیے تیار کرنا تھا۔ ان دونوں حضرات نے سیدنا اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے گھر قیام فرمایا اور اس طرح ان کا گھر ہی مدینے کا اولین مکتب بنا۔ مدینے کا دوسرا مکتب سیدنا رافع بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنے قبیلے کے لوگوں کے لیے قائم فرمایا۔ اس مکتب میں قرآن مجید کی سورہ یوسف کی قرائت وحفظ اور تدبر وتفکر کے ساتھ تعلیم کی بسم اللہ ہوئی۔ مدینے کی تیسری مکتبی درس گاہ مسجدِ قبا بنی۔ سیدنا سالم مولیٰ ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ اس کے امام ومدرس قرار پائے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے دلچسپی اور جہالت ونادانی کے خاتمے کی تمنا کی نشانی یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ اور مدینے کے علاوہ دیگر علاقوں میں بھی مکاتب قائم فرمائے۔ غمیم کا مکتب اس کی دلیل ہے جس کے معلم واتالیق سیدنا بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت مبارکہ اور تعلیمی مشن کو خلفائے راشدین نے نہ صرف زندہ رکھا بلکہ اسے حکومتی سرپرستی بھی عطا کر دی۔ چناں چہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں اولاً بچوں کی تعلیم وتربیت کے لیے مکاتب قائم کیے اور معلمین کے لیے بقدرِ کفایت ایک رقم بطورِ وظیفہ مقرر کر دی۔ (محلی ابن حزم: 7/195)۔ اس طرح ہر جگہ مکاتب کا نظام قائم ہو گیا تھا اور بہت سارے فقہا اور علمائے کرام نے اپنی ابتدائی تعلیم انھیں مکاتب میں پائی تھی۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے: تین چیزیں لوگوں کے لیے ضروری ہیں: (1) حاکم وامیر، ورنہ لوگ ایک دوسرے سے برسرِ پیکار ہو جائیں گے (2) مصحف یعنی قرآن کی خرید وفروخت؛ ورنہ کتاب اللہ کا پڑھنا پڑھانا بند ہو جائے گا (3) عوام الناس کی اولاد کو تعلیم دینے کے لیے معلم ضروری ہے، جو اجرت لے، ورنہ لوگ جاہل رہ جائیں گے۔ (تربیۃ الاولاد فی الاسلام: 1/291)۔ ہمارے اسلاف کرام مکاتب کو کس قدر اہم اور ضروری سمجھتے تھے، اس کا اندازہ اس بات سے بہ خوبی لگایا جا سکتا ہے کہ سعید بن میتب رحمہ اللہ جب مکتب کے پاس سے گزرتے تو اس میں پڑھنے والے بچوں کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ یہی بچے ہماری قوم کے رہنما ہیں۔ (طبقات ابن سعد: 5/141)۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنے لڑکپن میں مکتب کی تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے کہا: "میں اپنی ماں کی گود میں یتیم تھا، مجھے میری ماں نے ایک مکتب کے حوالے کر دیا۔ جب میں نے قرآن پڑھ لیا تو مسجد میں جا کر علما کی مجالس اور حلقوں میں بیٹھنے لگا۔

اسی مکتبی تعلیم کی اہمیت وافادیت کو بیان کرتے ہوئے مولانا منظور نعمانی رحمہ اللہ نے دینی تعلیمی کونسل سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ دو باتوں میں سے کسی ایک کے لیے تیار ہو جائیں: یا تو اپنے بچوں کے دینی اور تہذیبی ارتداد پر راضی ہو جائیں یا اس راستہ میں ہمیں جو محنت کرنی ہے اس کے لیے کسی بھی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کریں۔ (مکاتب کی اہمیت اکابر کی نظر میں: 1) اسی طرح ادیب ومورخ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے فرمایا: بالکل صاف کہتا ہوں، بچوں کے لیے عید کے کپڑے بنانے سے ہزار بار زیادہ، بچہ بیمار ہو جائے تو اس کا بہتر سے بہتر علاج کرنے سے سیکڑوں بار زیادہ اور بچوں کو نوکری کے قابل بنانے سے لاکھ بار زیادہ یہ ضروری ہے کہ اس کو سچا پکا مسلمان بنایا جائے۔ (مکاتب کی اہمیت، اکابر کی نظر میں: 6)۔

آج جبکہ تعلیمی رنگ روپ بالکل بدل چکا ہے، اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں خدا بیزار تعلیم دی جا رہی ہے، مدارس میں سچر کمیٹی رپورٹ کے مطابق صرف 4 فی صد مسلم بچے اور بچیاں تعلیم حاصل کر رہے ہیں، مکاتب کی اہمیت وضرورت مزید دو بالا ہو گئی ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ مکاتب کی ضرورت تو چھوٹے چھوٹے مدارس پوری کر ہی رہے ہیں تو الگ سے ان کے قیام کی ضرورت کیا ہے؟ میں کھلے بندوں کہنا چاہوں گا کہ یہ ایک بڑی غلط فہمی ہے۔ چائنا کے پاس آپ سے ہی نہیں، پورے عالم اسلام سے کہیں زیادہ اسکول اور کالجز ہیں، پھر بھی اس نے کمیونزم کی خصوصی تعلیم کے لیے بچوں کی الگ درس گاہیں کیوں قائم کر رکھی ہیں؟ مسلمانوں کے پاس عیسائیوں سے زیادہ مدارس واسکول نہیں ہیں، پھر بھی انہوں نے مشنریز کا جال کیوں بچھا رکھا ہے اور ان میں نہایت تندہی اور منصوبہ بند انداز میں معصوم بچوں کی ذہن سازی کیوں کی جاتی ہے؟ آر ایس ایس نے اپنے فسطائی نظریات کی تبلیغ وتشہیر اور برین واشنگ کے لیے لاکھوں اسکول اور گرو کل کیوں کھول رکھے ہیں؟ اس لیے کہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ کورے کاغذ پر کچھ بھی لکھنا، استعمال شدہ کاغذ پر لکھنے سے کہیں زیادہ آسان ہے۔ ہمارے پاس تو ایسے اسکولوں کی تعداد بھی بے حد کم ہے جن میں اسلامیات کی تعلیم کے ساتھ عصری علوم پڑھائے جاتے ہوں کہ ہم کہہ لیتے کہ مکاتب کی خانہ پری تو مدرسوں اور اسکولوں سے ہو رہی ہے، اس لیے مکاتب کے قیام کی ضرورت نہیں ہے۔ غرضیکہ مکاتب کی اہمیت وضرورت آج بھی ہے اور کل بھی رہے گی۔

رہا معاملہ اس سلسلے کے مسائل کا تو جس طرح دنیا کے تمام امور کو کئی طرح کے مسائل کا سامنا ہوتا ہے، اسی طرح مکاتب کی تعلیم کے سامنے بھی کئی ایسے اہم مسائل رہے اور ہیں جن کا حل اور مداوا تلاش کرنا ضروری ہے۔ میری نظر میں فنڈ کی قلت وکمی، معیارِ تعلیم کی خستہ حالی، تنظیم وترتیب کا فقدان اور جامع اور تقاضا ہائے زمانہ سے ہم آہنگ نصاب تعلیم سے محرومی ایسے ہی چند مسائل ہیں جن کو حل کیے بغیر مکاتب سے خاطر خواہ فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے دینی مکاتب کو چنگی یا مٹھی کے سہارے چلتے ہوئے دیکھا ہے۔ اسی سے مدرسِ مکتب کا مختنانہ ادا کیا جاتا تھا جو بہت معمولی ہوا کرتا تھا۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ مکاتب کے سامنے فنڈنگ کا مسئلہ کوئی نیا مسئلہ نہیں بلکہ بہت پرانا مسئلہ ہے۔ یہ مسئلہ مسلمانوں میں قدرے خوش حالی آنے کے باوجود جس کا تس ہے۔ اسی وجہ سے مکاتب کو کبھی کوالیفائڈ اور اعلیٰ تعلیم یافتہ اساتذہ نہیں مل سکے جو ان کے معیارِ تعلیم کی پستی وزبوں حالی کا سب سے بڑا سبب تھا اور ہے۔ حالاں کہ یہ حقیقت کسی سے مخفی نہیں ہے کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ اور ٹرینڈ اساتذہ کی جس قدر ضرورت مکاتب کو ہے، بڑے مدارس وجامعات کو بھی نہیں ہے۔ یہاں پر میں ایک مثال پیش کرنا چاہوں گا۔ چین 1949 تک تعلیم کے میدان میں سب سے پسماندہ ملک تھا۔ اس وقت سے لے کر 1976 تک وہاں رشین نظام تعلیم نافذ رہا تھا۔ ابھی وہ دنیا کے 20 سب سے زیادہ تعلیم یافتہ ممالک میں 14 ویں نمبر پر ہے۔ بروقت وہ دنیا کا واحد ایسا ملک ہے جس کا پورا نصاب اس کی اپنی زبان مندارن میں ہے۔ سائنس اور ٹکنالوجی کی تعلیم بھی وہاں اس کی مادری زبان میں ہی ہوتی ہے۔ آج تک کوئی مسلم ملک ایسا منظرِ وجود پر نہیں آیا جو سائنس وٹکنالوجی کے علوم کو اپنی مادری زبان میں اپنے بچوں کو پڑھانے سکھانے کی پوزیشن میں ہو۔ مسلم ملکوں میں انگریزی ہی میں ان علوم وفنون کی تعلیم آج بھی دی جاتی ہے۔ بہرکیف! ماوزے تنگ کی موت کے بعد چین کا نظام تعلیم یکسر بدل گیا۔ ایک انقلابی قدم یہ اٹھایا گیا کہ پروفیسروں کو مکاتب میں اور مکاتب کے اساتذہ کو یونیورسٹیوں میں بھیج دیا گیا۔ لوگوں نے اس قدم کا بہت مذاق بنایا مگر جو فکر تھی اس میں، وہ پوری ہو گئی اور وہ فکر یہ تھی کہ ابتدائی تعلیم ایسی ہونی چاہیے کہ اگلے دس برسوں میں سائنس اور ٹکنالوجی کے میدان میں امریکہ کو چیلنج دینے والی ایک نسل تیار ہو جائے اور وہ آئندہ نسلوں کی بہترین تعلیم وتربیت کا فریضہ انجام دے سکے۔ ان کی یہ منشا پوری ہو چکی ہے۔

آج اگر ایک انتہائی چابک دست موبائل امریکہ میں تیار ہوتا ہے جس کی قیمت 20 ہزار ہے تو کل چین کے ٹکنالوجسٹ اسی طرح کا موبائل اس سے زیادہ آپشنز اور فنکشنز کے ساتھ، تیار کر کے بازار میں لا دیتے ہیں، وہ بھی صرف 1200 میں۔ امریکہ چاند کے شمالی قطب تک پہنچا ہے مگر چین گزشتہ سال ماہ نومبر میں جنوبی قطب سے مٹی اتار لایا ہے جو چاند کا سب سے زیادہ دور افتادہ علاقہ ہے۔ یہ اسی نسل کے لوگ ہیں جن کو مکاتب میں پروفیسروں نے پڑھایا تھا۔

میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ متوسطہ اور ثانویہ تک تعلیم دینے والے مدارس میں عالمیت اور فضیلت تک تعلیم دینے والے مدارس کے اساتذہ سے بہتر اور کوالیفائڈ اساتذہ ہونے چاہئیں اور مکتب وابتدائی تعلیم دینے والے اداروں میں ان سب سے اچھے اور کوالیفائڈ اساتذہ ہونے چاہئیں۔ اس لیے مکاتب کے اساتذہ کی نہ صرف اسناد پرکھی جائیں بلکہ ان کی کوالیفکیشن کو بھی خوب جانچا پرکھا جائے اور ان کو تنخواہ اور سہولیات بھی فضیلت میں تعلیم دینے والے اساتذہ سے زیادہ دی جانا چاہیے۔ بڑوں کو پڑھانا آسان ہے مگر بچوں کو پڑھانا بکریاں چرانے سے کہیں زیادہ مشکل ہے۔ اس ٹکیٹ کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ لیکن کیا کیجے کہ مدارس کے فارغین اونچی کلاسوں میں پڑھانے کو ہی اپنا معیار سمجھتے ہیں اور مکاتب اور چھوٹی کلاسوں میں پڑھانا اپنی توہین سمجھتے ہیں جبکہ ایسا بالکل نہیں ہے۔

اس لیے اگر ہم چاہتے ہیں کہ مکاتب کا معیارِ تعلیم بلند ہو، ہم اپنے بچوں کو معیاری تعلیم وتربیت اور بلند اقدار سے آراستہ کرنا چاہیں تو ہمیں ان کی بھرپور فنڈنگ پر بھرپور توجہ دینا ہوگی تاکہ ان میں کوالیفائڈ اساتذہ کو معیاری تنخواہیں اور معیاری سہولیات دے کر بحال کر سکیں۔ کتنی افسوس ناک منظر نامہ ہے یہ کہ جب مسلمان اپنے بچوں کو پرائیویٹ انگریزی میڈیم اسکولوں میں بھیجتے ہیں تو فی کس ہزار دو ہزار سے لے کر دس بارہ ہزار روپے تک ٹیوشن فیس کے بطور بڑی آسانی سے خرچ کر دیتے ہیں مگر دینی بنیادی تعلیم کا معاملہ آتا ہے تو سو دو سو روپے ادا کرنا بھی انہیں نہایت شاق اور گراں گزرتا ہے۔ مسلمانوں جو اس مفت خوری کی نفسیات سے باہر آنا ہوگا۔ انہیں اپنے بچوں کی دینی واخلاقی تعلیم وتربیت پر اسی طرح خرچ کرنے کی عادت ڈالنا ہوگی جس طرح وہ اسکولی تعلیم پر خرچ کرتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

مسلم حکمرانوں کا عدل وانصاف تاریخ کے آئینہ میں

مفتی محمد شفیع احمد قاسمی

آج کل ہمارے ملک بھارت میں نفرت کے سوداگروں اور انتہا پسند تنظیموں نے نفرتوں کا بازار گرم کر رکھا ہے، ایک طرف جنتر منتر پر" ملے کاٹے جائیں گے تو رام رام چلائیں گے" کے فلک شگاف نعرے لگ رہے ہیں، دوسری طرف دہلی میں تعمیر ہونے والے حج بھون کے خلاف کچھ انتہا پسند تنظیمیں دھرنے پر بیٹھ گئیں، تیسری طرف کانپور میں ایک رکشہ ڈرائیور کو نفرتوں کے دودھ سے پلے انسان نما حیوانوں نے پیٹ ڈالا، اس غریب مظلوم کا قصور صرف اتنا تھا کہ وہ اقلیتی کمیونٹی سے تعلق رکھتا تھا، یہ نفرتوں کی جو ہوا چل رہی ہے، بلکہ کہنا چاہئے کہ چلائی جا رہی ہے، یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ اس موسم میں نفرت کی یہ آندھی کیوں اس قدر تیزی سے چلائی جا رہی ہے، بھارت کا ہوشمند اور ذی شعور طبقہ بخوبی یہ جانتا ہے کہ الیکشن کے قریب اس طرح کی ہوائیں چلا کرتی ہیں، اس میں کوئی تعجب اور حیرت نہیں ہونی چاہئے، لیکن بدقسمتی کہئے کہ جو پارٹی نفرت کی سیاست پر اعتقاد رکھتی ہے، اس مرتبہ اسے اپنی منہ کھانی پڑی ہے، غور کیجئے، مٹھی بھر لوگوں نے جنتر منتر پر بھڑکاؤ نعرے بازی کی تھی، دوسرے ہی دن اسی جگہ اس کے خلاف سیکولر حلقہ کی طرف سے احتجاج درج کرایا گیا، کہ کچھ لوگ بھارت کے اس پر امن ماحول میں رخنہ ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں، انہیں فوراً پولیس حراست میں لیں، اسی پر بس نہیں بلکہ چندنکوں اور کوڑیوں پر بکنے والے ان احتجاجیوں کے سرغنہ کے باپ نے میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ مجھے اپنے بیٹے سے قطعاً اس کی توقع نہیں تھی، خدا معلوم کس کے جھانسے میں آکر اس نے اس طرح کی نعرے بازی کی ہے، اس کے باپ کے اس بیان سے یقیناً اس کی تدبیر الٹی پڑ گئی ہے۔

ایسے ہی حج بھون تعمیر کے خلاف ہندتوا کے پجاریوں بلکہ ہندتو کو بدنام کرنے والوں نے یہ احتجاج کیا تھا کہ ہمارے ٹیکس کے پیسوں سے حج بھون کیوں تعمیر ہوگی، یہ یہاں کیوں بنائی جائے گی، جب کہ یہاں نوے فیصد سے زائد آبادی ہماری ہے، دو ایک دن بعد ہی وہاں کے علاقائی لوگوں نے گروپ بنا کر پولیس چوکی میں درخواست دی، کہ یہاں ہونے والی حج بھون کی تعمیر سے ہمیں کوئی اعتراض نہیں، بلکہ اس کے خلاف یہ مانگ کی کہ ماحول خراب کرنے والے ایسے فرقہ پرست عناصر کو فوراً گرفتار کیا جائے۔ اس واقعہ سے بھی ہندتو کی غلط تصویریں پیش کرنے والے کے موہنوں پر زنانے دار طمانچہ لگا۔ ایسے ہی تیسرے واقعہ میں اس کا جو رد عمل آیا، چندنکوں میں بکنے والے بھکتوں کے لئے، بلکہ بھکتی سکھانے والے ان کے آقاؤں کے لئے بھی یہ حوصلہ شکن ثابت ہوا ہے، اور آئندہ بھی دیش باسیوں سے یہی توقع ہے۔

لیکن ان اندھ بھکتوں سے اس حوالے سے اگر کوئی سیکولر مزاج برادر وطن پوچھتا ہے کہ ہماری آپسی بھائی چارگی اور محبت کو تار تار کیوں کرتے ہو، اور ان کو ان گھناؤنی حرکتوں سے باز رہنے کی نصیحت دیا ہے تو بڑی دیدہ دلیری سے یہ کہہ دیتے ہیں، ان کے پوروج مغل شاہوں نے ہمارے بھوئیوں پر بڑے مظالم ڈھائے تھے، اب ہماری باری آئی ہے، ان جاہل نفرت پرستوں کو صحیح تاریخ دانی سے کیا سروکار؟ جب کہ مسلم بادشاہوں نے یہاں کے باشندوں کے دلوں میں محبت والفت کا چراغ جلایا اور امن وترقی اور خوشحالی کے دریا بہائے۔

مغل بادشاہوں میں اکبر کے بیٹے جہانگیر سے کون ناواقف ہے، تاریخ میں ان کی انصاف پسندی کا ایک چونکانے والا واقعہ، یہ تو آپ کو پتہ ہے کہ نور جہاں ان کی صرف بیوی ہی نہیں، بلکہ وہ ان کی محبوب اور پریمکا بھی تھی، جہانگیر اس پر اپنی جان نچھاور کرتے تھے، اس کی ہر خواہش کی تکمیل کی جاتی تھی، ایک مرتبہ نور جہاں نے ایک غریب ہندو کو قتل کر دیا، مقدمہ بادشاہ جہانگیر کے پاس پہونچا، انہوں نے دل پر پتھر رکھ کر اپنی محبوبہ نور جہاں کی گرفتاری کا وارنٹ جاری کر دیا اور یہ فرمان سنایا کہ قصاصاً اسے بھی قتل کیا جائے۔

کیا انصاف کے باب میں اس سے زیادہ کٹھن گھڑی کوئی اور ہو سکتی ہے، کہ عدل کا دامن پاک صاف رکھنے کے لئے اپنی بیوی کے قتل تک کو گوارا کر لے، کیا اس سے زیادہ انصاف کے تقاضے پر عمل کی کوئی اور صورت ہو سکتی ہے؟

اسی طرح مغل بادشاہوں میں عادل شاہ ایک شہزادہ گزرا ہے، ایک مرتبہ ہاتھی پر سوار ہو کر تفریح کے لئے نکلا، راستہ میں ایک غریب ہندو کا گھر تھا، اس کے گھر کی دیوار نیچی تھی، اس کی بیوی ننگی ہو کر غسل کر رہی تھی، شاہزادہ عادل کا قافلہ اس کے گھر کے پاس سے گزرا، ادھر نگاہ پڑی تو شاہزادہ نے اس کی بیوی پر پھول پھینک دیا، اس کی بیوی اچانک پھول دیکھ کر چونک گئی، نظر اٹھائی تو شہزادہ پر نگاہ پڑی، فوراً بھاگ کر چھپ گئی، شوہر کے گھر آنے پر سارا قصہ سنا ڈالی، اس بے عزتی کو سن کر شوہر کا چہرہ غصے سے تمتما اٹھا، سیدھے بادشاہ کے دربار پہونچا، اپنی بیوی کے ساتھ ہوئے واقعہ سے بادشاہ کو خبردار کیا۔

بادشاہ وقت نے فوراً حکم دیا کہ شہزادہ عادل شاہ کی بیوی کے ساتھ وہ غریب ہندو وہی برتاؤ کرے جیسا کہ شہزادہ نے اس کی بیوی کے ساتھ کیا ہے، معلوم ہونا چاہئے کہ مغلیہ شاہزادیوں کو سورج وچاند بھی مشکل سے ہی دیکھ پاتے تھے، حیرت ہوتی ہے کہ ایک غریب آدمی شاہزادی کی ننگی ہونے کی حالت میں دیکھے، تصور کیجئے بادشاہ کا یہ فیصلہ شہزادی پر کیسے بجلی بن کر گرا ہوگا، اور بادشاہ نے اپنے سینہ پر کیسے پتھر رکھ کر یہ فیصلہ سنایا ہوگا، اب ہمیں بتایئے کہ کیا یہ انصاف نہیں ہے اور کیا اس غریب کو اس سے زیادہ بہتر انصاف ملنے کی کوئی اور شکل ممکن تھی؟ کیا دنیا کے بادشاہوں میں عدل کی ایسی مثال مل سکتی ہے؟

تاریخ شاہد ہے کہ مسلمانوں نے ہر زمانہ میں ظلم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کیا ہے، مصر میں شاہ فاروق کی عیاشیوں کے خلاف کس نے آواز بلند کی، جنرل نجیب اور ان کے ساتھیوں کے سا کون ان کا مقابلہ کر رہا تھا، اور رضا شاہ پہلوی کے خلاف ایران میں کون صف آرا تھے، مصدق کے سوا کس کا نام لیا جا سکتا ہے۔

غور کیجئے ان ملکوں میں مسلمانوں کی حکومت تھی، لیکن حکمران نے جب غلطی کی، اور عدل وانصاف کے تقاضے کو پس پشت ڈالا، تو اسی قوم کے جری وبے باک لوگوں نے انہیں انصاف کا پاٹ پڑھایا، اور مسلمانوں نے ظلم کو کبھی روا نہیں رکھا خواہ اپنے ہم مذہبوں پر ہو یا دوسرے دھرم کے ماننے والوں پر ہمارا دھرم ہمیں یہی تعلیم دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عقل سلیم کی دولت سے مالا مال فرمائے۔

فخر وتکبر- نیکیوں کی بربادی کا بنیادی سبب

محمد عامر یاسین ملی

اسلام کا مقصد انسانی تمدن کو خیر وفلاح اور مثالی معاشرے سے متعارف کرانا ہے۔ تمدن میں ترقی، جمال وکمال اور عافیت کے ہمہ گیر پہلوؤں کو نصب العین بنانا اور پسماندگی اور شر کے جملہ سرچشموں کو ملیامیٹ کرنا ہی اسلام کا نصب العین ہے۔ نظام کائنات کا بناؤ سنگھار نشیب وفراز اور لیل ونہار کی ان گنت اور بے شمار تبدیلیاں ایک خاموش گفتار ہے، جو ہمیں اپنے اندر ایک نفسیاتی تبدیلی اور وجدانی انقلاب کی صدائیں دے رہی ہے کہ کبر وغرور اور فخر وخود نمائی کی روش سے نکل کر ایک عالم گیر انسان دوستی اور وحدت انسانیت کے لازوال اور سدا بہار معاشرے کی طرف بڑھو جو عدل وانصاف، توازن واعتدال پر مبنی ہو۔ جہاں ہر ملت، ہر طبقے اور ہر گروہ جس سے مجموعی طور پر پوری انسانیت کو مادی اور اقتصادی خوشحالی نصیب ہو سکے کوئی ظلم وستم کا شکار نہ ہو، جہاں کوئی انسان بھوک، افلاس اور خوف وہراس کے افریت سے آسیب زدہ نہ ہو اور جہاں کوئی انسان بحیثیت انسان، ظلمتوں، جہالتوں کی فکری اور مادی فاقہ مستیوں میں بدمست نہ رہے، اور وہ خدا کی زمین پر کسی جبر، خوف کے بغیر اپنی صلاحیتوں کے ثمرات حاصل کر سکے۔ جہاں خوف نہ ہو، جہان ظلم وستم نہ ہو، جہاں جبر وتشدد نہ ہو، حق تلفی نہ ہو عدل وانصاف، توازن واعتدال، پائیدار امن کی فطری خواہشوں اور بنیادی ضروریات کی آزادانہ تکمیل ہو زندگی اور تمدن کی اساس اعتدال، تحمل اور برداشت پر مبنی ہو۔

ارشاد خداوندی ہے" اور بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو روشن دلائل کے ساتھ بھیجا اور انکے ساتھ کتاب اور میزان اتاری، تاکہ انسانیت عدل وانصاف پر قائم ہو جائے۔" (القرآن)

عدل ومساوات، امن اور انسان دوستی کا عالم گیر مشن لے کر قرآن پاک انسانی معاشرے کو حقیقی سعادت اور فتح مند تمدن کی طرف بڑھنے کی دعوت دے رہا ہے، جہاں انسان مادی، خوشحالی وترقی کے ساتھ ذہنی سکون اور روحانی سرور اور تازگی سے بھی مالا مال ہو۔

قرآن حکیم کی یہ دعوت صرف تخیل نہیں ہے، بلکہ عملی نظام حیات بھی ہے، دنیا والوں نے دیکھا اور اب تاریخ میں رقم ہے کہ وہ عرب جو ظلم وستم، جبر وزیادتی کی چکی میں پس رہے تھے، اس معاشرے میں کبر وغرور حسد وکینے اور جنگجوئی کی بناء پر بات بات پر زندگی اپنے وجود سے ہاتھ دھو بیٹھتی تھی، زندگی اور حیات کے گلستان کو کھنڈرات میں تبدیل کر دیا جاتا تھا، معاشی افراتفری ایک جگہ، ذہنی پسماندگی کا یہ عالم تھا کہ وہ کعبۃ اللہ میں بت رکھ کر ان کی پرستش کرتے تھے، بے شک، سرداران عرب اور قریش مکہ کے ایک طبقے میں کسی حد تک یہ فراست تھی کہ اپنے ہاتھ کے بنائے ہوئے بتوں اور ذہن کے تراشے ہوئے خداؤں کے سامنے جھکنے سے انسان کو کچھ نہیں ملتا یہی وہ فراست تھی جس نے فخر وخودنمائی کے جھوٹے معبودوں کو نیست ونابود کر دیا۔

داعی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ فاران سے حق کی صدا بلند کرتے ہوئے انسانی معاشرے سے جھوٹ منافقت، ظلم وزیادتی، خوف وہراس، جھوٹی انا کی جنگ، معمولی باتوں پر لڑنے جھگڑنے کے کلچر، بغض عناد، اجداد پرستی، مظاہر فطرت کی پرستش، ذاتی مفادات اور حرص ولالچ، حسد کینے کے خلاف اعلان جنگ کیا۔ پاکیزہ فطرت، روشن ضمیر، تلاش حق کے جویاؤں کے چند گنے چنے لوگوں نے بات مانی، وقت اور زمانہ کے ساتھ ساتھ صدائے حق کی آواز پر لبیک کہنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور وہ پیغمبر اسلام صلی االلہ علیہ وسلم کے مشن کی صداقت پر تصدیق کی مہر ثبت کرتے چلے گئے۔ دوسری جانب کفار مشرکین نے حق وصداقت کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈا شروع کر دیا، دین کو قبول کرنے والوں کو نئی نئی سزاؤں کا حقدار ٹھرایا گیا شرفا وامرا کے لئے اور سزائیں، درمیانی متوسط لوگوں کیلئے کچھ اور، بالکل غریب اور مفلوک الحال لوگوں کیلئے اور کچھ جہاں غریب ہونا معاشرے میں خود ظلم ہو، غریب معاشرے میں ذلت کے نشان بنیں، محنت کی تذلیل ہو، ایسے معاشرے میں کسی غریب کا کسی نئے دین میں جانا انقلاب سے کم نہ تھا۔ کبر وغرور درحقیقت اس احساس برتری کا نام ہے جو دوسروں کی تحقیر وتذلیل پر مبنی ہو۔ یعنی انسان کی نفسیات میں جھوٹی انا کا اس طرح رچ بس جانا جس کے پیش نظر کوئی صداقت اور حقیقت تسلیم وگوارا کی استعداد ختم ہو۔ اپنی انا کی یہ بے جا اکڑ انسان کو تباہی کی کھائی میں ڈال دیتی ہے۔ اس لئے خالق کائنات نے انسانی معاشرے میں تکبر وخودنمائی، فخر وغرور کے نام سے کسی چیز کو سرے سے جائز نہیں جانا اور ان کے وجود کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور بڑے منطقی انداز میں سمجھایا کہ انسان کے لئے تکبر تباہی کا باعث ہے، عظمت اور بڑائی صرف اور صرف ذات خداوندی سے منسوب ہے۔ جس کے حکم سے نظام کائنات کے تمام چھوٹے بڑے سیارے رواں دواں ہیں، ایسے میں انسان ذات خداوندی کے سامنے عجز ونیاز کا اظہار کر کے اس کے نظام فطرت کے تخلیقی سرچشموں سے بھرپور استفادہ کرے۔ اسی حقیقت کو ظاہر کرتے ہوئے ارشاد خداوندی ہے: "اور صرف اللہ ہی کے لئے بڑائی اور کبریائی ہے، آسمانوں اور زمین میں اور وہ نہایت غالب اور زبردست حکمت والا ہے" (القرآن)

عظمت اور کبریائی کا مرکز وسرچشمہ صرف ذات کبریائی ہے اور وہ عزیز ہے، یعنی نظام قدرت پر اسکا زبردست اقتدار ہے اور کائنات کا ہر ذرہ ہر لمحہ حکم تکوینی کے ساتھ رو بہ عمل ہے اور اسکی ذات حکیم ہے۔

کبر وغرور کی روش انسان کو حقیقت پسندی کے تقاضوں اور واقعیت کے مظاہرے سے اندھا کر دیتی ہے۔ اس نقطے کو ظاہر کرتے ہوئے قرآن کا ارشاد ہے" جتنے متکبر اور سرکش لوگ ہیں (کبر وغرور کی پاداش میں) اللہ تعالیٰ انکے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے" (القرآن) یعنی فخر اور تکبر کی وجہ سے انسان حق تعالیٰ کی رحمت کو قبول کرنے کی استعداد کھو بیٹھا ہے، دنیا میں ہر بڑا واقعہ کوئی بڑا سبق چھوڑ جاتا ہے، عظیم جنگوں نے دنیا کو اقوام متحدہ بنانے کا درس دیا۔ ہیروشما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرائے جانے کے واقعے نے ایٹم بم کے خطرات کے پیش نظر دنیا کو جنگ کے خلاف امن کا سبق دیا اور عہد حاضر دنیا کو یہ دعوت فکر دے رہا ہے کہ کبر غرور اور فخر ونخوت کی نفسیات سے نکل کر اقوام کے حق خودداریت کو تسلیم کرو، ورنہ دنیا تباہی کی نظر ہو جائیگی۔

Scanned with CamScanner

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

المعہد العالی امارت شرعیہ میں چارروزہ تربیتی ورک شاپ

اسلامک فقہ اکیڈمی (نئی دہلی) انڈیا کے زیر اہتمام المعہد العالی امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ میں چارروزہ تربیتی ورک شاپ (سمرکیمپ) کا انعقاد کیا گیا جس میں مختلف عناوین پر کئی نشستوں میں ملک کے ماہرین فقہ وفتاویٰ نے اپنا قیمتی محاضرہ پیش کیا۔اس کا افتتاحی اجلاس مورخہ ۱۳ ستمبر ۲۰۲۱ء کی دوپہر کو زیر صدارت حضرت مولانا بدراحمد مجیبی صاحب رکن تاسیسی اسلامک فقہ اکیڈمی وصدر مدرس المعہد العالی منعقد ہوا،مہمان خصوصی کے طور پر فقہ اکیڈمی کے شعبہ علمی کے انچارج جناب مولانا صفدرزبیرندوی نے شرکت فرمائی ، انہوں نے افتتاحی کلمات اورورکشاپ کے مقاصد پر تفصیلی روشنی ڈالی اور کہا:امارت شرعیہ پٹنہ ایک ایسا ادارہ ہے جس کا نام صرف ہندوستان میں ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں بہت ہی عزت واحترام سے لیا جاتا ہے،خشت اول رکھنے والوں میں مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد رحمہ اللہ کے ساتھ جو حضرات بھی شریک رہے ان سب کے خلوص کا ثمرہ ہے اور ان کے دلوں سے پھوٹنے والی شعاعیں ہیں جن کی کرنیں صرف بہار ہی نہیں بلکہ پورے ملک پر پڑرہی ہیں ،خواہ وہ جمعیۃ علماء ہو،یا مسلم پرسنل لابورڈ ،خواہ اسلامک فقہ اکیڈمی کی شکل میں ہو،خواہ آل انڈیا ملی کونسل کی شکل میں ۔ملک ہی نہیں بلکہ بعض بیرون ملک میں بھی افتاء وقضاء اور دیگر امورشرعی کے جو ادارے کام کررہے ہیں وہ بہار میں واقع اسی امارت شرعیہ پٹنہ کا پرتو ہیں ۔انہوں نے فقہ اکیڈمی اور المعہد العالی کے تعلقات پر بھی روشنی ڈالی اور کہا حقیقت تو یہ ہے کہ اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) امارت شرعیہ کے کوکھ سے ہی نکلی ہوئی ہے جسے قاضی مجاہدالاسلام قاسمی رحمہ اللہ نے وجود بخشا اور اس کی پرورش وپرداخت کرکے اسے ایک تناور درخت کی شکل دی،اور قاضی صاحب کی محنتوں اور لگن کا نتیجہ ہے کہ اکیڈمی اپنے اغراض ومقاصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے الحمدللہ ترقی وتقدم کی راہ پر گامزن ہے،امارت شرعیہ اور المعہد العالی کے تعاون واشتراک سے یہاں اب تک ۱۱ر پروگرام ہوچکے ہیں،مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی صاحب نائب ناظم امارت شرعیہ نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ امارت شرعیہ المعہد العالی اور فقہ اکیڈمی کا رشتہ ایک دوسرے سے اتنا گہرا ہے کہ ایک کو دوسرے سے الگ نہیں کیا جاسکتا،مفتی صاحب نے فقہ اکیڈمی کے قیام پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ قاضی مجاہدالاسلام قاسمی رحمہ اللہ نے مدارس کے اساتذہ وعلماء کو فقہی عنوان پر مقالات لکھنے کی طرف ترغیب دلائی اور انہیں اس پر آمادہ فرمایا،نوجوان فضلائے مدارس کی ایک ٹیم تیار فرمائی جو آج مختلف فقہی عناوین پر اپنے مقالات مدلل لکھ رہے ہیں،حضرت مولانا نورالحق رحمانی سینئر استاذ المعہد العالی نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ المعہد العالی اور فقہ اکیڈمی اللہ کی نعمت ہے،طلبہ سے فرمایا:اپنے اندر اخلاص وللہیت پیدا کریں ،اپنے آپ کو کام میں لگائیں ،کام کو بوجھ نہ سمجھیں جو ذمہ داری دی جائے اسے پورا کرنے کی کوشش کریں ،آگے بڑھنے اور ترقی کرنے میں مدد ملے گی ،آپ ہمیشہ فائدہ اٹھاتے رہیں ،بڑے بڑے صاحب علم اور اصحاب فن یہاں آپ کو میسر ہوں گے ،پروگرام میں مفتی امتیاز عالم قاسمی استاذ المعہد العالی نے بھی خطاب فرمایا ،پروگرام کی نظامت جناب مولانا عبدالباسط ندوی صاحب نے فرمائی ،فقہ اکیڈمی اور المعہد العالی کے تعلقات پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ مختلف مواقع پر فقہ اکیڈمی المعہد العالی کو پروگرام کرنے کا موقع دیا ہے تاکہ ہمارے طلبہ کا زیادہ سے زیادہ علمی فائدہ ہوسکے،آپ نے مہمان اور مقررین کا تعارف پیش فرمایا اور المعہد العالی کے اشتراک سے پروگراموں کے انعقاد پر اکیڈمی کا شکریہ ادا کیا،پروگرام کا اختتام حضرت مولانا بدراحمد مجیبی صاحب کی دعاء پر ہوا۔چارروزہ تربیتی ورک شاپ کی پہلی نشست میں دوعنوانات پر محاضرے پیش کئے گئے ۔پہلا محاضرہ شانتی سندیش کیندر کے جنرل سکریٹری مولانا عبدالماجد قاسمی نے ’’ہندوستانی مذاہب کے درمیان مشترکہ اقدار‘‘ کے عنوان پر پیش کیا جس میں انہوں نے بتایا کہ ہندوستانی قوم اور اس کی تہذیب دنیا کی قدیم ترین قوم وتہذیب مانی جاتی ہے،ان لوگوں کا مذہب ودھرم سے گہرا تعلق رہا ہے، دھرم کے معنی دین کے ہیں،اس کی بنیاد ہر زمانہ میں ایک ہی رہی ہے، جیسے :توحید،رسالت،اور آخرت،انہوں نے تقابلی لحاظ سے برادران وطن کی مذہبی کتابوں سے کچھ شواہد بھی پیش کیے۔

دوسرے محاضر کی حیثیت سے مولانا ڈاکٹر شاہ تقی الدین فردوسی ندوی سابق پروفیسر جدہ کالج سعودیہ عربیہ نے ’’اسلام میں وطن پرستی کا مفہوم‘‘ پر اپنا پرمغز محاضرہ پیش کیا۔انہوں نے پہلے وطن پرستی کا تاریخی جائزہ لیتے ہوئے بتایا کہ جب یورپ کا صنعتی انقلاب اور سرحدوں کا بٹوارہ آج سے ساڑھے تین سو سال قبل ہوا اس وقت سے یہ وطن پرستی کا نظریہ شروع ہوا اور یہ مصنوعی فاصلہ قوم پرستی کی بنیاد بنی جس سے انسانی گروہ انسانی گروہ سے الگ ہونے لگے ورنہ اس سے قبل ہر جگہ اجتماعی معاشرہ تھا۔انہوں نے عربوں میں قوم پرستی کی تاریخ سے روشناس کراتے ہوئے بتایا کہ ۱۹۱۶ء سے یہ مرض ان کو بھی لاحق ہوگیا،جسکے کئی اسباب ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ وطن اور اس کی مٹی سے انسیت فطری ولازمی عمل ہے جو نہایت شریفانہ جذبہ ہے اور اسلام نے اس کی اجازت دی ہے مگر اس کے کچھ اصول وضوابط بھی بیان کئے ہیں کہ قومیت مذہب اسلام کی بنیاد پر ہو نہ کہ علاقائی جغرافیہ پر،اگر ہمارا وطن ہوسکتا ہے تو وہ اسلام ہے۔اسلام وطن کی محبت کو تسلیم کرتا ہے،لیکن اس کو تفریق وانتشار اور بغض وعداوت کا سبب بنالینا کہ ہر کمی کوتاہی سے صرف نظر کرکے بس اسی کا گن گانا اور دوسرے کو ہم اپنا دشمن سمجھنے لگنا یہ غلط ہے،اسی وجہ سے وطن پرستی کو شرک کا چور دروازہ کہا گیا ہے،اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی عربی شخص کو عجمی پر کوئی فضیلت وفوقیت نہیں ہے نہ ہی عجمی کو عربی پر فوقیت ہے۔

۱۴ رستمبر کو دوسرے دن دوعنوانات پر محاضرے پیش کیے گئے ۔پہلا محاضرہ جناب مولانا ڈاکٹر عتیق الرحمٰن صاحب سابق لائبریری اینڈ انفارمیشن جوائنٹ افسر وانچارج مخطوطات خدابخش لائبریری پٹنہ نے ’’دنیائے اسلام کے اہم فکری ادارے‘‘ کے عنوان پر پیش کیا جس میں انہوں نے فرمایا کہ ہمارے بزرگوں کی قربانیوں کا نتیجہ ہے کہ آج ہم اسلام پر باقی ہیں،مولانا نے تحریک اخوان المسلمین اور ان کے کارنامے پر تفصیل سے روشنی ڈالی کہا: تیرہویں صدی میں حسن البناء شہید رحمہ اللہ نے جو کام کیا وہ ناقابل انکار ہے،ایسے وقت میں جب عرب سقوط سلطنت عثمانیہ کے بعد ہر طرح سے پریشان حال تھے،زبوں حالی کا شکار تھے،ہر طرف افراتفری مچی ہوئی تھی تو ایسے میں حسن البناء کو ایک ایسی تنظیم کے قیام کی ضرورت محسوس ہوئی جو نہ صرف مصر بلکہ دیگر عرب ممالک میں بھی بیرون ممالک کے اثر ونفوذ میں کمی کرسکے بلکہ وہاں کے مقامی لوگوں کو بھی انصاف دلاسکے ،انہوں نے امت کو پیغام دیا کہ’’ قرآن ہمارا دستور ہے اور سنت ہمارا شعار ہے‘‘ اس نعرہ پر پڑھے لکھے لوگوں کی ایک بڑی جماعت اکٹھا ہوئی ،اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو طریقہ بتایا ہے اسے لے کر آگے بڑھنے کا عزم کیا،اللہ کے احکام کو نافذ کرنے ،اسی کی عبادت کرنے ،غیراللہ کی عبادت کو حرام کہنے کا بھی نعرہ دیا،اخوان نے یہ بھی کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ انسانی سماج میں جتنے لوگ ہیں سب پڑھیں،اخوان نے پڑوسی کے حقوق غیر مسلم کے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ سیاست میں بھی حصہ لیا اس سے پورے عرب میں انقلاب برپا ہوا،اپنے ملک ہندوستان پر مولانا نے کہا کہ ہندوستان ایسا ملک ہے جہاں ڈیڑھ ہزار سال سے مسلمان بس رہے ہیں،شیث علیہ السلام کی قبر یہاں ہے،اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے ہندوستان سے خوشبو آتی ہے،صوفیاء کرام اور علماء کی محنتوں کا نتیجہ ہے کہ اتنی بڑی تعداد میں مسلمان یہاں بستے ہیں مولانا نے جمعیۃ علماء ہند، جماعت اسلامی اور تبلیغی جماعت کے طریقہ کار اور ان کی خدمات پر روشنی ڈالی۔

دوسرا محاضرہ جناب مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی صاحب نائب ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ وایڈیٹر ہفت روزہ نقیب نے ’’مسلم ممالک میں اجتماعی تکافل کے تجربات‘‘ کے عنوان سے پیش فرمایا جس میں تکافل کی شرعی حیثیت، اس کی ضرورت، طریقہ کار اور اس کے حرام وحلال پہلو کو واضح کیا،مفتی صاحب نے کہا کہ بھائی چارہ، امداد باہمی اس کی بنیاد ہے شریعت کی نظر میں یہ عمل پسندیدہ ہیں ،یہ تعاون علی البر والتقویٰ ہے ،اگر یہ معاملہ سود، ربا اور غبن سے پاک ہو تو جائز ہے۔

۱۵ رستمبر کو تیسرے دن دوعنوانات پر محاضرے پیش کیے گئے ۔پہلا محاضرہ حضرت مولانا عبدالباسط ندوی سکریٹری المعہد العالی امارت شرعیہ پٹنہ نے ’’مخلوط معاشرہ بقائے باہم کی بنیادیں‘‘ کے عنوان پر پیش کیا جس میں انہوں نے فرمایا کہ ہم ایسے ملک میں رہتے ہیں جس میں مختلف مذاہب کے ماننے والے ہیں ان میں اکثریت ہندوؤں کی ہے سب سے زیادہ واسطہ بھی انہیں سے پڑتا ہے، ہمارے لئے سب سے زیادہ ضروری ہے کہ ہم ان کے سامنے اپنا اخلاق پیش کریں ؛لیکن افسوس کہ جس قدر ہمارے اخلاق میں گراوٹ آئی ہمارے رعب ودبدبہ، ہماری تکریم میں بھی گراوٹ آنے لگی،اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہم اپنی پرانی حیثیت پر لوٹ آئیں تو ہمیں یہ کرنا ہوگا کہ ہم ان کے ساتھ ایسا برتاؤ کریں کہ وہ ہمارا احترام کرسکیں،ان کے ساتھ اس طرح پیش آئیں کہ وہ ہمارے کردار سے متاثر ہوں،ان کے دکھ درد میں شریک ہوں،ان کی پریشانیوں میں مدد کریں،ہمیں یہ ثابت کرنا ہوگا کہ ہم سے اچھا دوست کوئی نہیں ہے،حقیقت یہ ہے کہ ہم اپنے اخلاق کے ذریعہ جس طرح قلوب کو فتح کرسکتے ہیں کسی اور چیز سے نہیں اس کی واضح مثال صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کا واقعہ ہے، کفار پر اس کا اثر یہ پڑا کہ فتح مکہ تک مسلمانوں کی تعداد صرف دس ہزار تھی،صرف دوسال بعد مسلمانوں کے اچھے اخلاق کے نتیجہ میں یہ تعداد بڑھ کر لاکھ سے تجاوز کرگئی۔

دوسرا محاضرہ جناب ڈاکٹر مولانا شاہجہاں قاسمی صاحب لائبریری اینڈ انفارمیشن اسسٹنٹ خدابخش لائبریری نے ’’مختلف مذاہب کے ساتھ ڈائلاگ‘‘ کے عنوان سے پیش فرمایا،مولانا نے پہلے خدابخش لائبریری کی اہمیت وافادیت پر روشنی ڈالی جس میں کہا کہ اس وقت اس لائبریری میں دوسو مخطوطات ایسے ہیں جو پورے عالم میں صرف اور صرف اسی لائبریری میں موجود ہیں،اسی طرح دنیا کے آٹھ نادر مخطوطات میں سے چار مخطوطہ خدابخش لائبریری میں موجود ہیں،اس کے بعد مولانا نے اپنے محاضرہ کے عنوان پر محاضرہ پیش کیا جس میں دعوت اور کی اہمیت پر روشنی ڈالی کہا کہ یہ امت خیر امت ہے اور یہ اس وجہ سے بھلائی کا حکم کرتی ہے اور برائی سے روکتی ہے،آگے فرمایا کہ دیگر مذاہب کے بارے میں براہ راست جاننا پھر ان سے مذاکرات کرنا، ساتھ ہی عدل انصاف اور امن کا قیام،ظلم کا خاتمہ ضروری ہے۔

۱۶ رستمبر کو چوتھے اور آخری دن بھی دوعنوانات پر محاضرے پیش کیے گئے ۔پہلا محاضرہ جناب ڈاکٹر مفتی امتیاز عالم قاسمی استاذ المعہد العالی امارت شرعیہ پٹنہ نے ’’مسلم ممالک میں غیر سودی بنکاری کے تجربات‘‘ کے عنوان پر پیش کیا سب سے پہلے انہوں اسلامی معاشیات کے موضوع پر ملک اور بیرون ملک میں جو مقالات لکھے گئے یا کتابیں تالیف کی گئیں ان کا ایک سرسری جائزہ پیش کیا انہوں نے بتایا کہ عام لوگوں میں اسلامی معاشیات کے تعلق سے بیداری پیدا کرنے اور سود جیسی لعنت سے معیشت کو پاک رکھنے کے لیے ۲۰ویں صدی کے ابتدا سے تقریباً سات دہائیوں تک علمائے نے لوگوں کی ذہن سازی کی اور اس کے لئے سیکڑوں کتابیں تالیف کیں،۱۹۵۰ کے بعد معیشت کو اسلامی اقدار پر استوار کرنے کے لئے کوششیں شروع ہوئیں، سب سے پہلے ریاست حیدرآباد ،اس کے بعد پاکستان، پھر مصر پھر اُردن، دبئ، سعودی، عرب اور ملیشیا میں اسلامی بینکنگ کا رواج شروع ہوا ،اس تعلق سے جہاں مصر میں وقیع کوششیں ہوئیں وہیں شاہ فیصل مرحوم کے صاحبزادے پرنس الفیصل نے سعودی عرب میں اسلامک ڈولپمنٹ بینک آف جدہ کا قیام عمل میں لاکر اس میدان میں انقلاب برپا کردیا پھر اس کی شاخیں اسلامی دنیا کے مختلف ملکوں میں پھیل گئیں ،انہوں نے بتایا کہ کہ اس وقت عالم اسلام میں تقریباً چارسو بینکس یا روایتی بینکوں میں اسلامی شاخیں اپنا کام کررہی ہیں ،جن کی مجموعی مالیت کئی کھرب ڈالرز ہیں اور سالانہ دس سے پندرہ فیصد کے تناسب سے بڑھ رہا ہے اس منظرنامے کو دیکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ معاشیات کی دنیا میں اسلامی قوانین کا بول بالا ہونے والا ہے اور اسلامی بینکنگ کا جال اس کی اپنی خوبیوں کے باعث دنیا بھر میں پھیلنے والا ہے یہ ایک خوشگوار اور خوش آئند مستقبل کا غماز ہے۔

دوسرا محاضرہ جناب مولانا نورالحق رحمانی صاحب سینئر استاذ المعہد العالی نے ’’اجتماعی امن کے قیام میں دینی اداروں کا رول‘‘ کے عنوان سے پیش کیا انہوں نے کہا کہ روئے زمین پر، ملک وسماج میں اور دنیا میں امن قائم ہو،ایسی فضا قائم ہو کہ لوگ امن وامان میں رہیں اس کی تعلیم علمائے کرام دینی اداروں میں دیتے ہیں ،مولانا نے فرمایا: علماء انبیاء کے وارث ہیں اور یہ وراثت علم کی ہے،انبیاء کرام نے جس طرح امن قائم فرمایا اسی طرح علماء کرام امن کی تعلیم دیتے ہیں،امن کے قیام کے لئے ضروری ہے پاکیزہ اخلاق،تزکیہ نفس ان کی تعلیم دینی ادارے میں دی جاتی ہیں،علماء امن قائم کرنے کے لئے ہروقت کوشاں رہتے ہیں،قرآن کریم میں امن کے قیام کے لئے قصاص اور دیگر احکامات نازل ہوئے کہ اگر کوئی کسی کا ناحق قتل کرتا ہے تو اس کے بدلہ اسے قتل کیا جائے گا اس سے امن قائم ہوگا، چور ہے تو اس کی سزا ہاتھ کاٹنا متعین ہے اگر چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے تو امن قائم ہوگا،لوٹ مار اور دہشت گردی پر اس کی سزا ہے جو سماج میں بگاڑ پیدا کریں ان کی سزا ہے ،مدارس اچھے اور صالح انسان کو تیار کرتا ہے، ملک اور انسانیت کے سچے خادم تیار کرتے ہیں جو معاشرہ اور سماج میں امن کے قیام کے ضامن ہیں۔

ان تمام نشستوں میں نظامت کے فرائض مولانا عبدالباسط ندوی سکریٹری المعہد العالی نے انجام دیئے، اس ورک شاپ میں المعہد العالی کے اساتذہ وطلبہ کے علاوہ امارت شرعیہ میں زیر تربیت طلبہ موجود رہے، اس آخری نشست میں شریک علمائے کرام نے اپنے اپنے تاثرات بھی پیش کئے اور انہیں بزرگوں کے ہاتھوں سندوں سے بھی نوازا گیا۔

Scanned with CamScanner

اسلامی اخلاق - محبت کا پیغام

ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی

شریعت اسلامیہ میں جہاں انفرادی عبادت کی تاکید کی گئی ہے، وہیں سب کے ساتھ اچھا برتاؤ، نرمی، دوسروں کی خدمت، بڑوں کا ادب واحترام، اچھے اخلاق، تکبر وحسد سے اجتناب، گھر والوں اور پڑوسیوں کو خوش رکھنے، تمام لوگوں کے حقوق کو ادا کرنے اور سلام میں پہل کرنے کی خصوصی تعلیمات دی گئی ہیں، تاکہ ایک اچھا معاشرہ وجود میں آسکے۔ سیدالرسل خاتم الانبیاء حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالمی رسالت سے نوازا گیا، اب قیامت تک شریعت محمدیؐ پر عمل کیے بغیر اخروی نجات حاصل کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ۲۳ ؍سال میں اپنے قول وعمل سے ایسے معاشرے کو وجود بخشا جو قیامت تک انسانوں کے لیے مشعل راہ ہے۔ ہمیں اپنے معاشرہ کی برائیوں پر قابو پانے کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوشش سے وجود میں آئی صحابۂ کرامؓ کی جماعت کی زندگی کو ہی اختیار کرنا ہوگا، جس کے لیے دیگر امور کے ساتھ مندرجہ ذیل اعمال پر عمل پیرا ہونا انتہائی ضروری ہے۔

تواضع و انکساری سے کام لیں:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی کا مفہوم: ”اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی ہے کہ تم تواضع (عاجزی وانکساری) اختیار کرو۔ یہاں تک کہ تم میں سے کوئی بھی دوسرے پر فخر نہ کرے اور نہ دوسرے پر زیادتی کرے“ (مسلم) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی صدقہ، مال کو کم نہیں کرتا، اور جو جتنا زیادہ درگزر کرتا ہے اللہ اس کی عزت اتنی ہی زیادہ بڑھاتے ہیں اور جس نے اللہ کے لیے تواضع کی، اللہ نے اسے بلند کیا“ (مسلم)

”اللہ تعالیٰ نے جس پیغمبرؑ کو بھی بھیجا ہے اس نے بکریاں چَرائیں۔ صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا: اور آپؐ نے بھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں! میں اہل مکہ کی بکریاں چند قیراط پر چَراتا تھا“ (بخاری) ام المومنین حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کام بھی کیا کرتے تھے۔ جب نماز کا وقت ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً نماز پڑھنے کے لیے تشریف لے جاتے“ (بخاری)

دوسروں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کریں:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”بے شک! اللہ نرمی کرنے والے اور نرمی کو پسند کرنے والے ہیں اور نرمی پر وہ کچھ دیتے ہیں جو سختی پر نہیں دیتے اور نہ ہی اس کے علاوہ کسی اور چیز پر دیتے ہیں“ (مسلم) حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی (دیہاتی) کھڑے ہوکر مسجد (کے صحن) میں پیشاب کرنے لگا تو لوگوں نے اسے پکڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر پانی بہادو، کیوں کہ تم نرمی کے لیے بھیجے گئے ہو، سختی کے لیے نہیں۔“ (بخاری) آپؐ نے اس دیہاتی کو پیشاب کرتے وقت روکنے سے منع فرمایا تاکہ پیشاب بند کرانے کی وجہ سے اسے کوئی تکلیف نہ ہوجائے، لیکن پیشاب کے بعد اُس جگہ جہاں اُس نے پیشاب کیا تھا، وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی بہانے کا حکم دیا۔

کسی شخص کو حقیر نہ سمجھیں:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمایا: ”زمین میں تُو اکڑ کر مت چل“ سورۃ الاسراء اسی طرح فرمانِ الٰہی ہے: ”اور تُو اپنے رخسار کو لوگوں کے لیے مت پُھلا اور زمین میں اکڑ کر نہ چل۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر متکبر اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے۔“ (سورۃ لقمان)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”وہ آدمی جنت میں داخل نہ ہوگا، جس کے دل میں ایک ذرّے کے برابر بھی تکبّر ہو۔ ایک شخص نے پوچھا بے شک آدمی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے خوب صورت ہوں اور اس کے جوتے خوب صورت ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک! اللہ جمال والے ہیں اور جمال کو پسند کرتے ہیں۔ کبر حق کو ٹھکرانے اور لوگوں کو حقیر سمجھنے کا نام ہے۔ (مسلم) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی تکبر کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ سرکشوں میں لکھا جاتا ہے، پس اس کو وہی سزا ملے گی جو ان کو ملے گی۔“ (ترمذی)

سب کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آئیں:

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ”بے شک! آپؐ اعلیٰ اخلاق پر ہیں“۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت انسؓ جنہوں نے مدینہ منورہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت فرمائی تھی، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرماتے ہیں: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں اخلاق کے لحاظ سے سب سے اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔“ (بخاری ومسلم) اسی طرح فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے: ”مؤمن کے میزان میں قیامت کے دن حسن اخلاق سے بڑھ کر کوئی چیز بھاری نہ ہوگی۔ بے شک اللہ تعالیٰ بدکلامی اور بے ہودہ گوئی کرنے والے کو ناپسند کرتے ہیں۔“ (ترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: لوگوں کو جنت میں لے جانے والے اعمال کیا ہیں؟“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا ڈر اور حسن اخلاق۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سی چیزیں لوگوں کو زیادہ آگ میں لے جانے والی ہیں؟ فرمایا: منہ اور شرم گاہ۔“ (ترمذی) ”کامل مؤمن وہی ہے جس کا اخلاق اچھا ہو۔ اور تم میں سب سے بہتر وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے بارے میں سب سے بہتر ہوں۔“ (ترمذی) ”بے شک مؤمن اپنے حسن اخلاق سے ہمیشہ روزہ رکھنے والے اور شب بیدار کا درجہ پالیتا ہے۔“ (ابوداؤد)

سلام میں سبقت کریں:

انسان کا مزاج اللہ تعالیٰ نے ایسا بنایا ہے کہ وہ دوسرے انسان سے ملاقات کے وقت محبت کے پیغام پر مشتمل کوئی جملہ دوسرے شخص کو مانوس وخوش کرنے کے لیے کہتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل زمانہ جاہلیت میں بھی ملاقات کے وقت مبارک بادی کے کلمات کہنے کا رواج تھا۔ لیکن جب مذہب اسلام آیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاقات کے وقت ”السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ“ کہنے کا طریقہ جاری فرمایا۔ اس کے معنی ہیں کہ تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سلامتی ہو۔ اِن کلمات سے نہ صرف محبت کا پیغام دوسرے کو پہنچتا ہے بل کہ یہ بہت جامع دعا بھی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو تمام بُری چیزوں، بلاؤں، آفتوں، مصیبتوں اور تکلیفوں سے محفوظ اور سلامت رکھے، پھر سلام کرنے والا سلامتی کی اس دعا کے ضمن میں گویا یہ بھی کہہ رہا ہے کہ تم خود بھی مجھ سے سلامت ہو میرے ہاتھ اور زبان کی تکلیف سے۔

قرآن وحدیث میں بار بار سلام کرنے کی تعلیم وترغیب دی گئی ہے۔ اختصار کے مدنظر صرف دو آیات کا مفہوم پیش ہے: ”پس جب تم گھروں میں داخل ہونے لگو تو اپنے نفسوں کو سلام کرو، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحفہ ہے مبارک اور پاکیزہ“ (سورۃ النور) ”جب تمہیں تحفۂ سلام دیا جائے تو تم اس کو سلام دو اُس سے بہتر یا اسی کو لوٹا دو۔“ (سورۃ النساء) یعنی جب تمہیں سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر الفاظ میں یا کم از کم انہی الفاظ کے ساتھ سلام کا جواب دو۔ سلام کی اہمیت اور فضیلت کے متعلق متعدد احادیث بھی کتب حدیث میں موجود ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”تم جنت میں نہیں جاسکتے جب تک ایمان نہ لاؤ، اور تم ایمان والے نہیں جب تک آپس میں محبت نہ کرو۔ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتلادوں کہ جب تم اس کو اختیار کرو تو باہمی محبت پیدا ہوجائے۔ (اور وہ اہم بات یہ ہے کہ) اپنے درمیان سلام کو پھیلاؤ۔“ (مسلم) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنت کے حصول کے لیے سلام کرنے میں سبقت کرنی چاہیے۔ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اسلام کی کون سی بات سب سے اچھی ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”تم کھانا کھلاؤ، اور دوسروں کو سلام کرو خواہ اُن کو پہچانتے ہو یا نہیں“ (بخاری ومسلم) یعنی ہر شخص کو سلام کرنا چاہیے۔

سلام کرنے کے بعض احکام:

(السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ) گڈ مارننگ، گڈ ایوننگ اور گڈ نائٹ کی طرح صرف الفاظ کا نام نہیں، بلکہ آپس میں محبت اور تعلق پیدا کرنے کا اچھا عمل ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بہترین دعا بھی ہے، اسلام میں سلام کرنے کی خاص اہمیت وفضیلت بیان کی گئی ہے۔ شریعت اسلامیہ میں سلام کرنا سنت ہے، مگر اس کا جواب دینا واجب ہے۔ سلام اور اس کا جواب اچھی نیت کے ساتھ سنت کے مطابق جمع کے صیغہ کے ساتھ دیا جائے، اگر چہ مخاطب ایک شخص ہی کیوں نہ ہو، تاکہ فرشتے (کراماً کاتبین) جو ہر ایک کے ساتھ ہیں سلام میں مخاطب کے ساتھ شامل ہوں اور ان کو سلام کرنے کا بھی ثواب مل جائے، اور پھر جب وہ سلام کا جواب دیں تو ان کی دعا بھی ہمیں مل جائے۔ اسی طرح سوار شخص پیدل چلنے والے کو، پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے کو اور کم تعداد والے زیادہ تعداد والوں کو سلام کریں، یہ حکم صرف تواضع وانکساری کی طرف راغب کرنے کے لیے ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر یہ لوگ سلام نہ کریں تو ہم پہل بھی نہ کریں، بل کہ ہم سلام میں پہل کر کے زیادہ ثواب کے حق دار بن جائیں۔ نیز حدیث میں وارد ہے کہ سلام میں پہل کرنے والا (اس عمل کی وجہ سے) تکبّر سے پاک ہے۔ (شعب الایمان)

تکبّر کا بہترین علاج یہ بھی ہے کہ ہر ملنے والے مسلمان کو سلام کرنے میں سبقت کی جائے۔ نیز ہم آپس میں ملاقات کے وقت بات چیت اور گفت گو سے قبل سلام کریں۔ عصر حاضر میں انٹرنیٹ اور موبائل بھی ملاقات کا ایک ذریعہ ہے، اس لیے سلام کرنے کا جو حکم آپسی ملاقات کا ہے وہی فون کرتے اور اٹھاتے وقت کا ہوگا، لہٰذا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہنا بہتر ہوگا۔ بعض مواقع اور حالتیں سلام سے مستثنیٰ ہیں، اس سلسلے میں فقہائے کرامؒ کی تشریحات کا خلاصہ یہ ہے کہ چند صورتوں اور حالتوں میں سلام نہیں کرنا چاہیے۔ جب کوئی اطاعت میں مشغول ہو، مثلاً نماز، ذکر، دعا، تلاوت، اذان واقامت، خطبہ یا کسی دینی مجلس کے وقت۔ جب کوئی بشری حاجت میں مشغول ہو، مثلاً کھانے پینے، سونے اور پیشاب پاخانہ وغیرہ کے وقت۔ جب کوئی معصیت میں مشغول ہو مثلاً شراب پی رہا ہو، تو اس موقع پر سلام نہیں کرنا چاہیے۔

تاریخ شاہد ہے کہ اسلام مسلمانوں کا غیر مسلموں کے ساتھ اچھا برتاؤ اور اُن کے ساتھ نرمی کرنے کی وجہ سے پھیلا ہے، مگر عام طور پر آج ہمارے اندر یہ امتیازی صفت موجود نہیں ہے، اس لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چل کر جو باتیں ذکر کی گئی ہیں، انہیں اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سب کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنے والا اور سلام میں پہل کرنے والا بنائے۔ آمین

ہفتہ وار نقیب کا خصوصی شمارہ **حضرت امیر شریعت سابعؒ نمبر** جلد منظر عام پر

مفکر اسلام امیر شریعت سابع شیخ طریقت حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات وخدمات کے مختلف گوشوں پر ملک کے نامور علماء ومشائخ، سیاسی وسماجی شخصیات اور ممتاز اہل قلم کی نگارشات کا گراں قدر مجموعہ ہفت وار نقیب کا خصوصی شمارہ ”**حضرت امیر شریعت سابعؒ نمبر**“ جلد ہی منظر عام پر آرہا ہے، یہ مجموعہ دستاویزی اہمیت کا حامل ہوگا، قارئین اور اصحاب فکر ونظر اس سے ضرور استفادہ کریں۔ نقیب کے مستقل خریداروں کو بھی یہ شمارہ قیمتاً دیا جائے گا۔ (**مینیجر نقیب**)

Scanned with CamScanner

ابھی وقت ہے، مسلمان ایک دوسرے کا ہاتھ تھام لیں!

قیصر محمود عراقی کولکاتا

اختلافات انسان کی اجتماعی زندگی کا حصہ ہے۔اختلاف رائے انسانی فطرت ہے لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ تمام مسلمان ایک امت ہے۔اختلاف وانتشار موجودہ دور میں امت مسلمہ کی شناخت بن گیا ہے، یہ اختلاف عقائد کی بنیاد پر بھی ہے اور رسم ورواج کی بنیاد پر بھی۔سیاسی تنازعات نے بھی ان کے دلوں میں کدورتیں پیدا کردی ہیں اور وہ ایک دوسرے کو برداشت کرنے پر آمادہ نہیں ہیں، مزید ستم ظریفی یہ ہے کہ ان کے دشمن ان کے خلاف متحد ہوگئے ہیں اور انھیں صفحہ ہستی سے مٹا دینے کے لئے رات دن ایک کئے ہوئے ہیں، مسلم امہ کو ایک دوسرے سے دور رکھنے، ان میں اختلافات پیدا کرنے اور ان کے خلاف مسلسل فتنوں کے طوفان اُٹھ رہے ہیں۔اور موقع ملتے ہی مسلمانوں کی نسل کشی کی جارہی ہے اور قتل عام کیا جارہا ہے۔آج امت مسلمہ میں اتحاد کی معاشی، شرعی، سماجی اور سیاسی ضرورت ہے۔اس لئے اتحاد امت کو ہمیں اپنا نصب العین سمجھنا چاہئے اور چھوٹے چھوٹے اختلافات اور غلط فہمیوں کو پس پشت ڈال کر متحد ہوجانا چاہئے۔یہ سچ ہے کہ امت مسلمہ میں فروعی اختلافات ایک دو روز کا قصہ نہیں بلکہ حضور اکرم ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد ہی سے اختلافات نمودار ہوگئے تھے لیکن اس دور میں اختلافات وجہ انتشار نہیں بنیں، اس وقت کے بزرگوں نے اتحاد برقرار رکھا۔لیکن آج اختلافات کے فتنہ گری نے امت مسلمہ کے اتحاد کو پارہ پارہ کردیا۔اگر اسلامی تعلیمات کا جائزہ لیا جائے تو اسلام میں سب سے زیادہ جس چیز پر زور دیا ہے وہ بھائی چارہ ہے۔فرمان رسالت مآبؐ ہے کہ سب اہل اسلام بھائی بھائی ہیں۔اس لئے میری قوم کے لوگو! اتحاد ایک بنیادی چیز ہے اور جب تک مسلمانوں کے تمام طبقات میں اتحاد نہیں ہوگا اس وقت تک ہماری سالمیت برقرار نہیں رہ سکتی ہے اور نہ وہ دین باقی رہ سکتا ہے جسے لیکر ہم آگے بڑھ رہے ہیں۔آج ہمارے اختلافات کی وجہ سے ہمارا تقدس مجروح ہورہا ہے۔یہ درست ہے کہ ہر شخص کا اپنا نظریہ ہے اور ہر شخص کو آزادی فکر حاصل ہونی چاہئے کہ وہ جس عقائد ونظریات کو اپنانا چاہتا ہے اس پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہئے کیونکہ ہم جس دین کے پیروکار ہیں اس کا حکم ہے کہ تمام ملت اسلامیہ متحد ہوجائیں اور متحد ہوکر دین متین کی خدمت کریں۔اسلام ہر شخص کو اپنے نظریات وعقائد کے مطابق زندگی گزارنے کا حق دیتا ہے۔اب میں اپنی آزادی فکر کے مطابق زندگی گزارنے کا حق تو رکھتا ہوں لیکن مجھے یہ حق حاصل نہیں کہ میں دوسروں کے نظریات پر تنقید کروں۔اگر ہم تمام مکاتب فکر اپنے اپنے عقائد ونظریات پر کاربند رہنے کے ساتھ دوسروں کے عقائد ونظریات پر تنقید نہ کریں بلکہ احترام کریں، یہی دین کا تقاضا بھی ہے۔لہذا اتحاد ایک بنیادی معاملہ ہے اور اس کے لئے بنیادی نکتہ یہ ہے کہ ہم اپنے عقائد ونظریات پر ہوتے ہوئے دوسروں کے عقائد ونظریات کو تنقید کا نشانہ نہ بنائیں۔میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم ایسا کرینگے تو ہمارا اتحاد برقرار رہے گا، اگر کوئی اختلاف کرے تو جذباتی رنگ سے اس کورد نہ کیا جائے، جذباتیت کی بجائے سنجیدگی، معقولیت اور دلائل کی روشنی میں افہام وتفہیم ہونا چاہئے تاکہ خیر کی بجائے شر اور فائدہ کی بجائے نقصان نہ ہو، بلکہ امت کے درمیان اتحاد واتفاق پیدا کرنے پر ایک ذریعہ یہ ہوسکتا ہے کہ اس کے تمام افراد کو ایک مشن سے جوڑ دیا جائے، مشن کی وحدت ان کے اختلافات کو ختم کردے گی یا ان میں بڑی حد تک کمی آجائیگی۔وہ سب مل کر اس مشن کے لئے فکرمند ہونگے، اسکے لیے تگ ودو کرینگے اسے کامیاب کرنے کی جدوجہد میں مصروف رہینگے، اس راہ میں آنے والی رکاوٹوں کو دور کرنے کی تدابیر اختیار کرینگے۔میرے خیال میں مسلمان اگر متحد ہوجائیں، اگر ان میں بیداری آجائے، اگر وہ اپنی طاقت سے آشنا ہوجائیں اور انھیں یقین ہوجائے کہ موجودہ صورت حال کو تبدیل کیا جاسکتا ہے اور اپنی سرنوشت اور اپنے مستقبل کے اُمور کو ہاتھ میں لیا جاسکتا ہے اور اگر وہ دیکھ لیں کہ جس طرح بعض قوموں نے کس طرح اپنے مستقبل کو اپنے ہاتھ میں لیا ہے، اگر وہ بڑی طاقتوں کے زیر نگیں نہ رہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ عالم اسلام سے مشکلات کا خاتمہ نہ ہوں۔مسلمانوں کی اتحاد کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی کو تھام لیں۔فروعی اختلافات میں اپنی قوتیں صرف کرنے کی بجائے اپنی اصلاح کریں اور پھر اللہ کی دین کو دنیا میں غالب کرنے کی کوشش کریں۔اگر اللہ پر ایمان لانے والے ایک دوسرے کو اپنا بھائی تصور کریں اور باہمی اتحاد کو اللہ تعالیٰ کا ایک حکم سمجھیں تو ہم مسلمانوں کو رنگ ونسل، فروعی اور ساتھ میں مسلکی اختلافات کے احساس کو ختم کرنا چاہئے۔دوسرا یہ کہ مسلمانوں کے مختلف فرقے خود کو ایک دوسرے کے قریب لانے کی کوشش کریں۔آخر میں بس اتنا ہی کہونگا کہ مسلمان قوموں کو چاہئے کہ اپنی طاقت وتوانائی کو جو درحقیقت ان کے ایمان اور اسلامی معاشرے کے باہمی اتحاد کی طاقت ہیں، پہچانیں اور اس پر تکیہ کریں۔اگر ہم ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دیں تو ایک ایسی طاقت معرض وجود میں آجائیگی کہ دشمن اس کے سامنے کھڑے ہونے کی جرات نہیں کرپائیگا اور ہم سے تحکمانہ انداز میں بات نہیں کرسکے گا۔لہذا اگر مسلمان ایک دوسرے کا ہاتھ تھام لیں اور اپنے اندر اپنایت کا جذبہ پیدا کرلیں تو ان کی عقائد میں اختلاف ہوتب بھی وہ دشمن کے آلہ کار نہ بنیں تو عالم اسلام کی سربلندی بالکل یقینی ہوگی۔اللہ تعالیٰ مسلمانان عالم کو توفیق دے کہ تمام اختلافات کو ختم کرکے متحد ہوجائیں اور ایسی قوت بن کر اُبھریں جو نا قابل تسخیر ہو۔آمین

بیٹی بچاؤ، بیٹی پڑھاؤ مہم کا سچ

محمد رفیع

ہندوستان کی موجودہ حکومت، نریندر مودی کی سرکار نے بیٹی بچاؤ اور بیٹی پڑھاؤ کا بہت ہی شاندار نعرہ دیا ہے۔اس سمت میں ہماری حکومت نے کئی اہم قدم اٹھائے ہیں مگر سب بیکار اور بے سودمند ثابت ہوا ہے۔سوال ہے کہ جب حالات اتنے بگڑ گئے ہیں کہ لوگوں کا گھر سے نکلنا مشکل ہوگیا ہے، ایسے میں مودی حکومت کا نعرہ بیٹی بچاؤ بیٹی پڑھاؤ مہم ایک مذاق بن گیا ہے۔بیٹی بچاؤ کی جگہ حکومت کی ناک تلے غیرانسانی سلوک کرنے کے لئے مشہور سنگھ پریوار کے حمایتی بیٹی پھنساؤ اور قتل کرو کے فارمولہ پر عمل کر رہے ہیں۔لیکن حیرت ہے نعرہ کا دوسرا جز بیٹی پڑھاؤ بھی اب سوالوں کے گھیرے میں ہے۔ رابیعہ کے ساتھ ہوئی غیرانسانی حرکت وقتل کا غم تو بے چین کرتا ہی ہے۔بہار کے منیر تھانہ حلقہ سے بے حد بے چین اور فکر میں ڈالنے والی خبر آئی ہے کہ منیر میں چھیڑ خانی سے پریشان پچاس فیصد طالبات نے اسکول جانا چھوڑ دیا ہے۔لوگ طالبان کو بدنام کرتے ہیں لیکن حقیقت سے سابقہ پڑنے پر بات سمجھ میں آتی ہے، چھیڑ خانی کرنے والے طالبان سے بھی خطرناک ہیں۔خبر کے مطابق مڈل اسکول بیاپور، منیر کی معلمہ وطالبات مقامی لچےلفنگو سے پریشان ہیں۔اسکول میں 690 طالبات و9 معلمہ ہیں۔لفنگے معلمہ کو بھی نہیں چھوڑتے، انہیں دیکھ کر وہ گندے، غیر معیاری گانا گانے لگتے ہیں۔ہیڈ ماسٹر راجکمار کے ذریعے یہ بات منیر تھانہ تک پہنچ گئی ہے۔ممکن ہے یہاں پولس کی حمایت سے معاملہ کنٹرول میں آجائے، لیکن کیا اس بیماری سے مکمل نجات مل پائے گی؟ نہیں، یہ سماج کا سنگین معاملہ ثابت ہورہا ہے۔ہم اکثر یہ چرچہ کرتے رہتے ہیں کہ ہماری بچیاں غیر محفوظ ہیں، ایک وقت تھا جب لوگ بیٹیوں کو پڑھنے اسکول نہیں بھیجتے اور اسے وہ اپنی عزت سمجھتے تھے۔ تب بیٹیوں کو اس کے سسرال کی جائیداد سمجھ کر چھوڑ دیتے کہ سسرال جاکر انہیں چولہا میں آنچ ہی تو لگانا ہے۔لیکن اب بڑا مسئلہ ہے کہ بیٹی پڑھیگی نہیں تو شادی کرنے میں بھی مشکل ہوگی، جاہل بھی اب گریجویٹ لڑکی سے ہی رشتہ کرنا چاہتے ہیں۔

بیٹی کو پڑھانا حقیقت میں بڑا مسئلہ ہوگیا ہے۔پہلے ہم لڑکیوں کو اسکول نہیں بھیجنا ہی اپنی عزت سمجھتے تھے۔لڑکیاں اب اسکول جاتی ہیں، حکومت نے بھی ترجیحی طور پر اسے سائیکل مہیا کرائی، حوصلہ بلند کیا اور وہ اسکول جانے لگی، والدین بھی مطمئن دکھے، مگر منیر کا واقعہ سچ بیان کرنے کے لئے کافی ہے۔ہم اکثر اس سلسلے میں باتیں کرتے ہیں کہ اب لڑکیوں کو اسکول بھیجنا خطرہ سے کھالی نہیں، ہم بھی اس کے شکار ہیں۔گذشتہ دنوں بہار یونیورسٹی میں اردو شعبہ کے پروفیسر آل ظفر نے مظفر پور میں مٹھن پورا واقع اندرا پرست اسکول کے گیٹ پر ہم سے ہوئی ملاقات میں کہا کہ ہم پریشان ہیں، نوجوان بچے یہاں منڑ گشتی کرتے رہتے ہیں، میری لڑکی کی دوست آج اسکول نہیں آئی پوچھنے پر پتا چلا کہ یہاں راستے میں لڑکے پریشان کرتے ہیں۔یہ سچائی ہے کہ لڑکیوں کا اسکول کالج جانا مشکل ہے۔مظفر پور میں ایسے کئی واقعات ہوچکے ہیں، احیاپور تھانہ مظفر پور میں تو ایسی واردات خوب ہوتی رہتی ہیں، برواراج تھانہ مظفر پور کے محمد پور بلمی کے ایک اسکول میں منچلوں نے اسکول میں گھس کر زبردستی چاقو کا خوف دکھا کر ایک لڑکی کی مانگ میں سندور لگا دی۔یہ وہ چند واقعات ہیں جس کی وجہ سے نہ جانے کتنی بچیوں نے اسکول جانا چھوڑ دیا یا پھر مٹرک کرنے کے بعد آگے کی پڑھائی ترک کر دی، کئی لڑکیاں تیزاب اٹیک کا شکار ہوئیں یا تیزاب کے ڈر سے اسکول چھوڑ دی، کئی لڑکیوں کے موبائل نمبر سوشل میڈیا پر ڈال دئے گئے، جس پر غیر معیاری میسج آنے کی وجہ سے لڑکیاں اسکول چھوڑنے کو مجبور ہوئیں۔

میں دیکھتا ہوں اکثر وبیشتر گاؤں، محلہ اور چوک چوراہوں پر نوجوان لڑکوں کا ہجوم رہتا ہے جس کا کام لایانی سرگرمیوں میں مصراوف رہنا ہے، اسکول کالج، کوچنگ وکام پر جانے والی مستورات کے راستے میں منڈرانہ، رکاوٹیں پیدا کرنا اور ہتک عزت کی کوشش کرنا ہے۔خصوصاً مسلم علاقوں کی حالت تو اور بھی غیر ہے۔ایک تو یہاں بے روزگاری اس قدر ہے کہ لوگ گھروں پر رہنے کو مجبور ہیں، دوسرے تعلیم سے ان کا سروکار نہیں، جو پڑھتے ہیں اس کی تعداد بہت کم ہے، اس میں بھی دو چار فیصد بچے ہی ایمانداری سے پڑھتے ہیں باقی تعلیم کو لیکر غیر سنجیدہ رہتے ہیں۔اور بے روزگاری، فحش بازی کی اصل وجہ بھی تعلیم سے ناآراستگی ہے۔دوسری سب سے بڑی بات ہے کے گاؤں اور محلہ میں جوگارجین (ذمہ دار) کہلاتے ہیں انہیں کی شہہ پر یہ سب ہوتا ہے، وہ سماج کے اتنے بڑے سنگین مسئلہ پر لب کشائی بھی نہیں کرتے۔منچلوں کی گروپنگ بھی ایسی ہوتی ہے کہ شریف لوگ حقیقت بیان کرنے سے بچتے ہیں۔پنچایتی راج کا اثر صاف دکھتا ہے، علاقائی وپنچایتی رہنماؤں کی اسے حمایت حاصل ہوتی ہے اس لئے آپ چاہ کر بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، کیونکہ گاؤں کے شریف لوگوں کو چور ثابت کرنے میں یہ ماہر ہوتے ہیں۔تعلیم نسواں پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔کام ہو بھی رہا ہے، دینی تعلیم کے لئے مدارس اور اسکول بھی ہیں مگر کتنی تعداد اور کن حالات میں ہیں اس کا بھی جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔بارہا میں لوگوں سے کہتا ہوں کہ تعلیمی نظام اپنی ہو، تبھی ہمیں کامیابی حاصل ہوسکتی ہے۔آج مسلمانوں کے یہاں تنظیموں کی کمی نہیں ہے لیکن مضبوط ارادے کا فقدان ہے۔ہم ضلعی سطح پر دس مخلص لوگوں کو تیار کرلیں اور باوقار لوگوں کی حمایت سے ہم اپنے بچوں اور بچیوں کے دینی وعصری تعلیم کا بہتر انتظام کریں تو ممکن ہے کہ ہمارے بچے بے حیائی اور بے شرمی سے دور اچھی اور معیاری تعلیم حاصل کرنے میں کامیاب ہوں گے۔آج ہر ضلع میں اقلیتی رفاہی وفلاحی تنظیم کی سخت ضرورت ہے، یہی تنظیم ضلع کو اس طرح سجائے کی وہاں بہترین تعلیمی ادارہ، اسٹڈی سینٹر، لائبریری اور ہسپتال، خصوصاً میٹرنٹی ہسپتال کا نظم ہو۔حکومت کے بھروسے پر ہم نہ رہیں، ہمیں مدرسہ کی خدمت سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ مدرسہ کا نظام ہمارے ہاتھ میں ہے اسلئے ہمارا وجود باقی ہے نہیں تو ہم اللہ کی بارگاہ میں منھ دکھانے کے قابل بھی نہ ہوتے۔تاریخ گواہ ہے بڑی جدوجہد کے بعد آج تعلیم نسواں کو فروغ ملا ہے اس کا تحفظ لازم ہے۔ہمارا ارادہ ہے کہ دینی وعصری تعلیم کے لئے سی بی ایس ای سے اجازت حاصل کر اقلیتی ادارہ، دسویں وبارہویں جماعت تک کے لئے قائم ہونی چاہئے۔

Scanned with CamScanner

اخبار جہاں

محمد عادل فریدی

جے شنکر کی آرمینیا، ازبکستان کے وزرائے خارجہ سے ملاقات

وزیر خارجہ ایس جے شنکر نے تاجکستان کے دارالحکومت دوشانبے میں شنگھائی کوآپریشن آرگنائزیشن (ایس سی او) کی چوٹی کانفرنس کے موقع پر آرمینیا کے نئے وزیر خارجہ آرارات میرزویان اور ازبکستان کے وزیر خارجہ عبدالعزیز کمیلاف سے ملاقات کر کے افغانستان کی بابت بات چیت کی۔ مسٹر جے شنکر نے ٹویٹ کیا کہ نئے آرمینیائی ہم منصب سے ملاقات کر کے خوشی ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ ہم آپسی تعاون کو مزید آگے بڑھانے کے لیے کام کریں گے۔ (یواین آئی)

آسٹریلیا، برطانیہ اور امریکہ کا نیا اتحاد ''اوکس'' (AUUKUS)

ہند بحرالکاہل خطے میں چین کے بڑھتے اثر کا مقابلہ کرنے کے لئے آسٹریلیا، برطانیہ اور امریکہ نے نئی سہ فریقی سیکورٹی اتحاد ''اوکس'' (AUUKUS) بنانے کا اعلان کیا ہے۔ بدھ کے روز امریکہ کے صدر جو بائیڈن، برطانیہ کے وزیراعظم بورس جانسن اور آسٹریلیائی وزیراعظم اسکاٹ ماریسن کے درمیان ایک ورچوئل میٹنگ کے دوران ہند بحرالکاہل خطے کو ذہن میں رکھتے ہوئے اس نئے اتحاد کے قیام کا اعلان کیا گیا ہے۔ وائٹ ہاؤس نے کہا کہ اوکس اتحاد قائم کرنے کا اہم مقصد ہند بحرالکاہل خطے میں تینوں ممالک کے درمیان سفارتی، سلامتی اور دفاعی تعاون کو فروغ دینا ہے۔ دوسری طرف چین نے اس دفاعی معاہدے کی مذمت کرتے ہوئے اسے انتہائی غیر ذمہ دارانہ فعل قرار دیا۔ فرانس نے اسے پیٹھ میں خنجر گھونپ دینے کے مترادف کہا ہے جبکہ یورپین یونین نے شکایت کی کہ اسے نظرانداز کیا گیا ہے۔ (یواین آئی، ڈوئچے ویلے جرمنی)

طالبان نے ضبط شدہ نقدی اور سونا مرکزی بینک کے حوالہ کیا

طالبان نے سابق افغان حکام کے گھروں سے ضبط شدہ ایک کروڑ بیس لاکھ ڈالر سے زیادہ نقد رقم اور بڑی مقدار میں سونا ملک کے مرکزی بینک ''دی افغانستان بینک'' کے حوالے کر دیا ہے، بینک نے جمعرات کو جاری کردہ ایک بیان میں کہا کہ طالبان کو بینک کے سابق انتظامیہ کے عہدیداروں کی رہائش گاہوں اور سابق حکومت کی خفیہ ایجنسی کے مقامی دفاتر سے برآمد ہونے والی نقدی اور سونے کی چھڑوں کو واپس کر دیا ہے، بیان میں کہا گیا کہ امارت اسلامیہ افغانستان کے حکام نے اثاثے قومی خزانے کے حوالے کر کے شفافیت کے عزم کا اظہار کیا ہے۔ (یواین آئی)

ترکی میں القاعدہ کے پانچ معاونین پر امریکی پابندیاں

امریکی حکومت نے ممنوعہ تنظیم القاعدہ کو مالی امداد فراہم کرنے والے پانچ افراد پر پابندیاں عائد کی ہیں، ترکی سے سرگرم یہ افراد مختلف ملکوں کے شہری ہیں۔ امریکی وزیر خارجہ انٹونی بلنکن نے ایک بیان میں کہا کہ مختلف ممالک سے تعلق رکھنے والے ایسے پانچ افراد کے خلاف پابندیاں عائد کی جا رہی ہیں، جنہوں نے دہشت گرد گروپ القاعدہ کو مالی اور لاجسٹک امداد فراہم کی تھیں۔ امریکی وزارت خارجہ کی طرف سے جاری بیان میں کہا گیا ہے کہ جن افراد کے خلاف پابندیاں عائد کی گئی ہیں ان میں مصری نژاد ترک وکیل ماجدی سلیم اور محمد نصر الدین الغزلانی، ترکی کے نورالدین مصلحان، جبرئیل گوزل اور ستار گورلیان شامل ہیں۔ ان لوگوں پر القاعدہ کو مادی تعاون، مالی امداد، ساز و سامان، تکنیکی امداد، اشیاء اور خدمات وغیرہ فراہم کرنے کی وجہ سے پابندیاں عائد کی گئی ہیں۔ امریکی وزارت خزانہ نے بھی ایک بیان میں بتایا ہے کہ مذکورہ افراد نے القاعدہ کی طرف سے فنڈ منتقل کرنے میں مدد کی تھی۔ انہوں نے جیل میں قید القاعدہ کے کارکنوں کے رشتہ داروں کو پیسے فراہم کیے تھے۔ (ڈوئچے ویلے)

سعودی عرب میں منی لانڈرنگ میں ملوث افراد کو قید اور جرمانے کی سزا

سعودی عرب کی عدالت نے 4.52 بلین ڈالر منی لانڈرنگ کیس میں ملوث ملکی و غیر ملکی افراد کو بیس سال قید کی سزا سنائی ہے، عدالت نے ملزمان پر 75 ملین ریال تک جرمانہ بھی عائد کیا ہے، اس کے علاوہ عدالت نے منی لانڈرنگ میں ملوث سعودی شہریوں پر 20 سال تک سفری پابندیاں بھی عائد کی ہیں جب کہ غیر ملکیوں کو سزا پوری ہونے پر ملک بدر کر دیا جائے گا۔ واضح رہے کہ رواں سال کے شروع میں سعودی عرب کی اینٹی کرپشن اتھارٹی نے کارروائی کرتے ہوئے منی لانڈرنگ میں ملوث 65 افراد کو گرفتار کیا تھا، جن میں ملکی و غیر ملکی بھی شامل تھے، ان افراد میں سے 48 کا تعلق سرکاری اداروں سے تھا جو سعودی عرب میں مختلف وزارتوں میں تعینات تھے۔ (ملت ٹائمز)

افغانستان کو ایک ارب ڈالر کی بین الاقوامی امداد کا وعدہ: اقوام متحدہ

بین الاقوامی عطیہ دہندگان نے افغانستان کی مدد کے لیے ایک ارب ڈالر سے زیادہ کی امداد کا وعدہ کیا ہے، جو اس وقت شدید معاشی بحران کا شکار ہے، یہ بات اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل انتونیو گوٹریس نے جنیوا میں افغانستان کی صورتحال پر اجلاس کے دوران کہی۔ انہوں نے بتایا کہ ہم نے ایک ارب امریکی ڈالر سے زائد امداد کا وعدہ واضح طور پر سنا ہے۔ واضح رہے کہ اقوام متحدہ نے گزشتہ ہفتہ افغانستان کیلئے 606 ملین ڈالر کی امداد جمع کرنے کے لیے ہنگامی اپیل شروع کی تھی۔ ادھر افغانستان میں طالبان کے کنٹرول حاصل کرنے کے بعد پیدا ہونے والے معاشی بحران کے نتیجے میں اقوام متحدہ کے ہائی کمشنر برائے مہاجرین صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے کابل پہنچ گئے ہیں۔ اقوام متحدہ جنیوا میں ایک امدادی کانفرنس کا انعقاد کر رہی ہے، جس کا مقصد افغانستان میں طالبان کے قبضے کے بعد وہاں انسانی بحران سے نمٹنے کے لیے 60 کروڑ ڈالر سے زائد اکٹھا کیا جا سکے۔ گزشتہ مہینے طالبان کے کابل پر قبضے سے پہلے بھی ایک کروڑ 80 لاکھ لوگ امداد پر انحصار کرتے تھے۔ اقوام متحدہ کے عہدیداروں اور امدادی گروپس نے خبردار کیا کہ خشک سالی، نقدی اور خوراک کی کمی کی وجہ سے یہ تعداد بڑھتی ہوئی نظر آ رہی ہے۔ افغانستان کی مغربی حمایت یافتہ حکومت کے خاتمے اور طالبان کی کامیابی کے بعد اربوں ڈالر کے غیر ملکی عطیات کا اچانک خاتمہ اقوام متحدہ کے پروگراموں پر اثر انداز ہو رہا ہے۔ اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل نے کہا ہے کہ ان کی تنظیم مالی طور پر جدوجہد کر رہی ہے۔ مجموعی امداد کا تقریباً ایک تہائی حصہ اقوام متحدہ کے ورلڈ فوڈ پروگرام (ڈبلیو ایف پی) استعمال کرے گا، جس نے اگست اور ستمبر میں سروے میں بتایا تھا کہ 93 فیصد افغان آبادی کو مناسب خوراک میسر نہیں ہے۔ (بحوالہ ملت ٹائمز)

تعلیم و روزگار

ایران میں کووڈ کی پانچویں لہر، جانسن اینڈ جانسن ویکسن کو منظوری

ایران حکومت نے ملک میں کورونا کی پانچویں لہر کے پیش نظر امریکہ کی جانسن اینڈ جانسن کی جانب سے تیار کووڈ-19 ویکسین کو منظوری دے دی ہے۔ ایران کے سپریم لیڈر آیت اللہ علی خامنہ ای کی جانب سے امریکہ اور برطانیہ میں تیار ٹیکوں کی درآمد پر پابندی لگانے کے آٹھ ماہ بعد یہ اعلان کیا گیا۔ ایرانی میڈیا نے خوردنی اور دوا انتظامیہ کے سربراہ محمد رضا شاہسواز کے حوالے سے اپنی رپورٹ میں بتایا کہ جانسن اینڈ جانسن کے سنگل ڈوز کورونا ویکسین کو منظوری دے دی گئی ہے۔ (یواین آئی)

سعودی عرب میں ویکسین نہ لینے والے طلبہ غیر حاضر شمار کیے جائیں گے

سعودی عرب کی وزارت تعلیم نے کہا ہے کہ کورونا ویکسین کی دو خوراکیں نہ لینے والے طلبہ کو غیر حاضر شمار کیا جائیگا۔ سبق ویب سائٹ کے مطابق وزارت نے ویکسین نہ لینے والے 12 سال سے زیادہ عمر کے طلبہ کو دو ہفتوں کی مہلت دی تھی جو ختم ہوگئی ہے۔ وزارت نے کہا ہے کہ تمام اسکولوں، یونیورسٹیوں، کالجوں اور انسٹی ٹیوٹز میں ویکسین کی خوراکیں مکمل نہ کرنے والوں کو غیر حاضر تصور کیا جائے گا۔ وزارت نے کہا ہے کہ تعلیمی اداروں میں طلبہ کی واپسی اس بات سے مشروط ہے کہ انہوں نے ویکسین کی دو خوراکیں لے رکھی ہوں۔ (بصیرت آن لائن)

اب آرٹس اور کامرس کے طلبہ بھی آئی آئی ٹی میں لے سکتے ہیں داخلہ

آرٹس اور کامرس اسٹریم کے طلبہ بھی اب آئی آئی ٹی (IITs) میں داخلہ لے سکتے ہیں، اپنی پسند کے موضوع کی تعلیم حاصل کرتے ہوئے اب آپ کے پاس آئی آئی ٹی میں داخل ہونے کے کئی طریقے دستیاب ہیں۔ بہت سے آئی آئی ٹی آرٹس اور کامرس کے پس منظر والے طلبہ کے لیے ڈیزائن، مینجمنٹ اور دیگر مضامین کے کورسز پیش کرتے ہیں۔

آئی آئی ٹی میں داخل ہونا ہندوستان میں ہر انجینئرنگ کے خواہشمند کا حتمی ہدف ہے۔ لیکن غیر تکنیکی پس منظر سے تعلق رکھنے والے طلبہ کے پاس آئی آئی ٹی میں داخلہ خواب ہی رہ جاتا ہے، لیکن کئی آئی آئی ٹی کالج نے اب ان طلبہ کے لیے مندرجہ ذیل کورس پیش کیے ہیں۔

بیچلر آف ڈیزائن (B.Des) : بیچلر آف ڈیزائن ایک چار سالہ انڈر گریجویٹ پروگرام ہے جو ڈیزائن کے اصول، تصاویر اور فوٹو گرافی سکھاتا ہے۔ امیدوار انڈر گریجویٹ کامن انٹری امتحان برائے ڈیزائن (UCEED) کے ذریعے اس کورس میں داخلہ لے سکتے ہیں۔ قومی سطح کا داخلہ امتحان آئی آئی ٹی بمبئی کے ذریعہ لیا جاتا ہے۔ فی الحال تین آئی آئی ٹی اس کورس کی پیشکش کر رہے ہیں جن میں آئی آئی ٹی بمبئی، آئی آئی ٹی حیدرآباد اور آئی آئی ٹی گوہاٹی شامل ہیں۔ آئی آئی ٹی دہلی نے بی ڈی متعارف کرایا ہے جو اگلے تعلیمی سیشن میں پیش کیا جائے گا۔ مزید برآں انڈین انسٹی ٹیوٹ آف انفارمیشن ٹیکنالوجی، ڈیزائن اینڈ مینوفیکچرنگ جبل پور بھی یہ کورس پیش کرتے ہیں۔

اہلیت کا معیار: کوئی بھی امیدوار جس نے 12 ویں کلاس مکمل کی ہو اور اس کی عمر 24 سال سے کم ہو اس کورس میں داخلہ کے لیے داخلہ امتحان دے سکتا ہے۔

ماسٹر آف ڈیزائن (M.Des): ماسٹر آف ڈیزائن ایک دو سالہ پوسٹ گریجویٹ کورس ہے جس کا مقصد ڈیزائن کورسز میں مہارت حاصل کرنا ہے جو کہ ہیومنٹی اور کامرس کے پس منظر والے طلبہ بھی لے سکتے ہیں۔ دلچسپی رکھنے والے درخواست گزار آئی ای ٹی میں سی ای ڈی کے ذریعے اپنے ڈیزائن کورسز میں داخلہ لے سکتے ہیں۔ فی الحال انڈین انسٹی ٹیوٹ آف انفارمیشن ٹیکنالوجی، ڈیزائن اینڈ مینوفیکچرنگ، جبل پور کے علاوہ چھ آئی آئی ٹی ہیں، جو ایم ڈیس پیش کرتے ہیں۔ یہ کورس آئی آئی ٹی بمبئی، حیدرآباد، گوہاٹی، دہلی، اور کانپور میں پیش کیا جاتا ہے۔

اہلیت کا معیار: کوئی بھی امیدوار جس نے کم از کم تین سال کا ڈگری ڈپلومہ یا پوسٹ گریجویٹ کورس مکمل کیا ہو وہ کورس کے لیے درخواست دے سکتا ہے۔ کالجز اس موضوع کے مطابق مذکورہ پروگرام کی مہارت کی وضاحت کر سکتے ہیں جس کے لیے وہ انتخاب کرنا چاہتے ہیں۔ مزید برآں جن امیدواروں نے جی ڈی آرٹس ڈپلومہ پروگرام پاس کیا ہے وہ بھی CEED امتحان دینے کے اہل ہیں۔

ایم اے اسپیشلائزیشن: ماسٹر آف آرٹس کا دو سالہ پوسٹ گریجویٹ پروگرام زبان، سماجیات، سیاسیات، جغرافیہ، فلسفہ اور دیگر مضامین میں دستیاب ہے۔ ان کورسز کے مضامین امیدواروں کے منتخب کردہ تخصص پر منحصر ہوتے ہیں۔ فی الحال صرف تین آئی آئی ٹی آئی: آئی ٹی گاندھی نگر، آئی آئی ٹی مدراس اور آئی آئی ٹی گوہاٹی یہ کورسز پیش کرتے ہیں۔ ان میں سے ہر آئی آئی ٹی، ایم اے میں داخلے کے لیے علاحدہ تحریری امتحان اور انٹرویو لیتی ہے۔

اہلیت کا معیار: آئی آئی ٹی کے پیش کردہ ایم اے کورسز میں داخلہ کے خواہشمند امیدواروں کو کسی بھی شعبے سے کسی تسلیم شدہ یونیورسٹی سے بیچلر کی ڈگری مکمل کرنی چاہیے تھی۔

ماسٹر آف بزنس ایڈمنسٹریشن: ایم بی اے میں داخلے کے خواہشمند امیدوار بہت سے آئی آئی ٹی کے پیش کردہ مینجمنٹ کورسز میں بھی داخلہ لے سکتے ہیں۔ ان کورسز میں داخلہ کیٹ میں امیدوار کی کارکردگی کی بنیاد پر دیا جاتا ہے، جس کے بعد گروپ ڈسکشن اور ذاتی انٹرویوز کے راؤنڈ ہوتے ہیں۔ فی الحال ایم بی اے پروگرام آٹھ آئی آئی ٹی میں پیش کیے جاتے ہیں جن میں آئی آئی ٹی بمبئی، آئی آئی ٹی دہلی، آئی آئی ٹی مدراس، آئی آئی ٹی روڑکی، آئی آئی ٹی کانپور، آئی آئی ٹی دھنباد، آئی آئی ٹی کھڑگپور اور آئی آئی ٹی جودھپور شامل ہیں۔ (بحوالہ نیوز۔۱۸)

مدھیہ پردیش کے اسکولوں میں رامائن اور مہابھارت پڑھانے کا فیصلہ

مدھیہ پردیش حکومت نے نئے تعلیمی سال سے ریاست کے تعلیمی اداروں میں مذہبی اور اخلاقی تعلیم کے باب میں رامائن اور مہابھارت کے ساتھ شری کرشن، رام چندر اور ہنومان کی سوانح کو پڑھانے کا فیصلہ کیا ہے۔ طلبہ کی اخلاقی تربیت کے لئے حکومت اس تعلیم کو جہاں لازمی قرار دے رہی ہے، وہیں کانگریس نے حکومت کے فیصلہ کی مخالفت کرتے ہوئے اسے سناتن دھرم کی توہین سے تعبیر کیا ہے۔ وہیں مسلم تنظیموں نے مذہبی اور اخلاقی تعلیم کے باب میں ہندو دیوی دیوتاؤں، سنتوں کی تعلیم کے ساتھ سبھی مذاہب کی تعلیم دینے کا مطالبہ کیا ہے۔ (نیوز۔۱۸)

Scanned with CamScanner

میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

عبدالکریم /ہربرٹ

اسلام اپنے عادلانہ نظام اور فطرت انسانی کے مطابق ہونے کی وجہ سے پھیل رہاہے ، اورجو حق کے متلاشی ہیں وہ اسلام کی خوبیوں سے متاثر ہوکر قبول اسلام کی طرف مائل ہورہے ہیں. یہاں بھی قبول اسلام کا ایک واقعہ ذکر کیاجارہاہے کہ ہربرٹ نے کیسے اسلام قبول کیا. ان کی داستان ان کی زبانی سنیئے !

''میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟'' اس سوال کا واحد معقول جواب یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اپنی رحمت سے مجھے عظیم ترین سچائی کو قبول کرنے اور دنیا کی سب سے بڑی حقیقت کو تسلیم کرنے کی توفیق عطا کی ہے۔

میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ انسانی فطرت اور مزاج کچھ حقائق کو اطمینان بخش اور ٹھوس دلائل کے بغیر قبول کرنے سے انکار کردیتے ہیں۔انسانی فطرت کو مدنظر رکھتے ہوئے، میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ میرا جواب ان لوگوں کو مطمئن نہیں کر سکے گا، جو سچ کی تلاش پر آمادہ اور مائل نہیں اور نہ وہ لوگ اس سے مطمئن ہونگے جن پر حق کا نور منکشف نہیں ہوا۔لہٰذا میرے پاس اسکے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ چند وجوہ اور اسباب یہاں بیان کردوں جن کے بناء پر میں نے اسلام قبول کیا ،اور اس پر قائم ہوں۔یورپی معاشرہ میں رہ کر میں اس امر پر مسرت کا اظہار کرتا ہوں کہ یہاں کے لوگ محض معاشی ،سیاسی سماجی ترغیبات کے باعث اپنا مذہب ترک نہیں کرتے اور نہ اس وقت تک کہ کوئی دوسرا مذہب تبدیل کرتے ہیں، جب تک وہ ایک طاقتور متحرک اور مؤثر عامل بن کر ان کے دل میں روحانی سکون فراہم نہ کرے، بہ صورت دیگر وہ اپنے کفر وارتداد پر قناعت کرتے ہیں۔

اگر انسان غور کرے تو اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ میرا یا یورپی معاشرے کے کسی اور فرد کا قبول اسلام مالی فوائد یا سماجی مفادات حاصل کرنے کے لئے نہیں ہوتا بلکہ معاملہ اس کے تقریبا برعکس ہے۔پہلی بات یہ ہے کہ یورپی اقوام کے لوگ مذہبی معاملات کو اتنی اہمیت نہیں دیتے ،تاہم اگر یورپی معاشرہ میں کوئی فرد ایسا ہو جو مذہب کا خیال رکھتا ہو تو اس کا مقصد سوائے اللہ کی تلاش کے اور کچھ نہیں ہوتا۔اس لحاظ سے اسلام میں میری اپنی دلچسپی بھی سچ کی تلاش اور فکر کی اصلاح کی خاطر تھی۔

تلاش حق کی خواہش میرے دل میں اس وقت پیدا ہوئی جب میں نے دیکھا کہ عیسائیت کے بنیادی عقائد کے حوالے سے کئی شکوک اور بدگمانیاں میرے دل ودماغ میں پیدا ہورہی ہیں، جب کہ عیسائیت ان شکوک اور بدگمانیوں کے ازالے کے لئے ناکافی ثابت ہورہی ہے اور عیسائیت کا زور اس بات پر ہے کہ اس کے تمام نظریات کو کسی ثبوت اور دلیل کے مان لیا جائے۔

مثال کے طور پر میرا ذہن اس عیسائی عقیدے کو ماننے پر آمادہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو دنیا بھر کے انسانوں کے گناہ کا کفارہ بنا کر بھیجا، یہ بات بھی مجھے اچھی نہ لگی کہ تمام بنی نوع انسان مختلف قسم کے گناہوں میں لتھڑی ہوئی ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے سے اللہ کے بندوں کے سارے گناہ معاف ہوگئے، میں یہ بھی محسوس کرتا تھا کہ اپنے بندوں کو بچانے کی تمام تر قدرت اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور وہی ان کو گناہوں اور جرائم سے روک سکتا ہے، مجھے یہ بھی محسوس ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی مرضی سے گناہوں کو معاف کرسکتا ہے، میں نے یہ بھی محسوس کیا کہ انبیا کو اپنے بندوں کے گناہوں کا کفارہ بنانے کا نظریہ اللہ تعالی پر (نعوذ باللہ) غلطی اور ناانصافی کا الزام دھرنے کے مترادف ہے، دوسری طرف انسان کو گویا کسی رکاوٹ اور جھجک کے بغیر گناہوں اور جرائم کرنے کی آزادی دی گئی۔جب کبھی میں نے ان شبہات کا کسی عیسائی عالم یا پادری کے سامنے اظہار کیا تو اس نے مجھے یہ ہدایت کی کہ ان شبہات کو ذہن سے نکال دو اور مجھے اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ میں عیسائیت کے ان نظریات وعقائد کو بغیر کسی شرط یا شک وشبے کے قبول کرلوں، انہوں نے مجھے پر بہت دباؤ ڈالا کہ میں ان کے ناکافی دلائل پر اعتراض نہ کروں تاکہ یہ شکوک وشبہات میرے ذہن میں مزید پرورش نہ پاسکیں۔میرے اندر سچ معلوم کرنے کی خواہش ہر لحہ اس قدر زور پکڑ رہی تھی کہ میں تمام عقائد اور شریعت الٰہی سے منکر ہونے کے نازک موڑ پر آپہنچا۔

ان دنوں مجھے ایک قابل اور باعمل مسلمان سے واسطہ پڑا جو یورپی تہذیب کے زیر سایہ ہونے کے باوجود خود کو مسلمان کہنے پر فخر محسوس کرتا تھا۔اس شخص کا یہ دعویٰ تھا کہ اسلام کی برکت سے اسے دل ودماغ کا سکون میسر ہے اور دوسری طرف میرے دل میں مذہب سے نفرت اور بیزاری جڑ پکڑ چکی تھی۔

اس شخص کے اس دعوے پر مجھے حیرت ہوئی اور میں سوچوں کے سمندر میں ڈوب گیا کہ کیا کوئی ایسا مذہب بھی ہے جو اپنے پیروں کاروں کو دل کا اطمینان اور دماغ کا سکون فراہم کرسکتا ہے۔اس خیال نے مجھے اسلام اور اس کے قواعد وضوابط کے بارے میں معلومات حاصل کرنے پر آمادہ کیا۔اپنے مطالعے کی بنا پر میرا یہ دعویٰ ہے کہ اسلام اللہ تعالیٰ کا ابدی دین ہے، جو اپنے چاہنے والوں کے دلوں کو مسرت بخشتا ہے اور یہ تمام معاملات ومشکلات میں ان کی مدد کرتا ہے اور دوسرے مذاہب کی تعلیمات وعقائد سے پیدا ہونے والے تمام شکوک وشبہات کو زائل کرتا ہے۔

اسلام کی تعلیمات میں سب سے اہم بات جس نے میرے دل کو متاثر کیا وہ یہ کہ اسلام بغیر غور وفکر کے انسان کو سر تسلیم خم کرنے پر مجبور نہیں کرتا، بلکہ اس کو گہرے غور وفکر اور قبول اسلام سے ہر اسلامی عقیدے کو عقل وفہم کی کسوٹی پر پرکھنے کی دعوت دیتا ہے۔اسلام کے مطابق اللہ تعالی عدل کا سرچشمہ ہے، اس لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ کسی ایک انسان کو تمام انسانیت کے گناہوں کا کفارہ بنادے۔اسلامی عقیدے کے مطابق اللہ تعالی تمام اعلیٰ صفات کا مالک ہے اور ہر طرح نقائص اور کوتاہیوں سے پاک ہے، اسلئے اسلام اس بات پر مصر ہے کہ یہ بات عقل اور تصور سے ماورا ہے کہ اللہ تعالی نے انسان کو آزادی دی ہو کہ وہ گناہ کرتا رہے اور ان کا کفارہ ادا ہوتا رہے گا۔اسلام کی ان ابدی تعلیمات نے مذہب اور مذہبی قواعد وضوابط سے نفرت میرے ذہن سے مٹادی اور مجھے اس نتیجے پر پہنچایا کہ مذہب ایک مستقل اور خود مختار ضابطہ قوانین ہے جو انسان کے لئے ہمیشہ ہمیش کی خوش حالی ،دائمی عزت اور لامحدود فتح ونصرت کی ضمانت دیتا ہے۔اس نازک مرحلہ پر میں نے ایک طرف تو اسلام کا گہرا تجزیاتی مطالعہ کیا۔دوسری طرف میں نے اپنی توجہ اس سوال پر مرکوز رکھی کہ نت نئے مسائل کو جنم دینے والی آج کی دنیا میں اسلام کس طرح اپنے ماننے والوں کو ذہنی سکون اور قلبی اطمینان فراہم کرتا ہے ،پس جب دونوں جانب سے مجھے اطمینان ہوگیا تو میں نے اسلام قبول کرلیا۔

یہاں یہ وضاحت کرنا ضروری ہے کہ اسلام سے مجھے کون کون سے سبق حاصل ہوئے۔ایک بات یہ ہے کہ اسلام تمام رہنمائی مقصد تخلیق کی جانب سے کرتا ہے اور ان بلند پایہ مقاصد کے حصول کی راہ دکھاتا ہے جن کے لئے انسان کو تخلیق کیا گیا۔اسلام انسانی معاشرہ کو امن وامان کا پیغام دیتا ہے۔مساوات واخوت کا رشتہ قائم کرتا ہے اور رنگ نسل اور قومیت کے تمام اختلافات اور تنازعات کو ختم کرتا ہے۔یہ انسانوں کو سماجی اور معاشی استحصال اور تمام امتیازات سے نجات دلاتا ہے اور انہیں صاف سیدھے راستے پر چلنے کی صحیح رہ نمائی فراہم کرتا ہے۔

اسلام صرف زندگی کے ٹھہراؤ اور زوال کی مخالفت نہیں کرتا بلکہ یہ تمام بنی نوع انسانی کو ترقی اور پیش رفت کی طرف بھی بلاتا ہے۔یہ اجرت اور انعامات اصول کرنے کی بھی اجازت دیتا ہے، بہ شرطیکہ یہ سب قانون اور جائز طریقے سے حاصل کردہ ہوں۔پس اسلام ایک مکمل اور جامع انقلاب ہے۔یہ انقلاب کمال کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جو پوری انسانیت کو صحیح سمت میں راستہ دکھاتا ہے جس پر انسان اپنے آپ کو بین الاقوامی معاشرے کا فرد سمجھتا ہے۔اسے فرائض کی سمجھ نصیب ہوتی ہے اور زندگی کے تقاضوں پر پورا اترنے کی جستجو کرتا ہے۔

دس سال قبل جب میں نے اسلام قبول کیا تو میرے گم راہ وپریشان اور باغی ذہن کو سکون اور آرام نصیب ہوا۔اللہ کی حمد وتسبیح اور شکر ہے کہ میں اطمینان اور سکون کی زندگی بسر کررہا ہوں۔

کاٹ کے رکھ دو اپنی زباں

پریہ درشن ترجمہ: محمد عادل فریدی

۲۰۰۲ء میں گجرات فساد کے بعد اپنی آئی اے ایس کی افسری چھوڑنے والے ہرش مندر بی جے پی کی موجودہ لیڈر شپ کو اسی وقت سے کھٹک رہے ہیں۔ان کے خلاف پولیس اور سرکاری ایجنسیوں کا استعمال بھی نیا نہیں ہے، اس ملک میں بچوں کے حقوق کے تحفظ میں بری طرح ناکام قومی کمیشن برائے تحفظ حقوق اطفال (NCPCR) سب کچھ چھوڑ کر ان کے چلڈرن ہوم میں یہ دیکھنے پہونچ جاتا ہے کہ کہیں اس ہوم میں رہ رہے بچوں کو شہریت ترمیم قانون کے خلاف چل رہے احتجاجی مظاہروں کا حصہ تو نہیں بنایا جارہا ہے؟ کمیشن اپنی رپورٹ میں بھی اشاروں کنایوں میں یہ بات کہتا ہے اور اسی رپورٹ کو بنیاد بنا کر دہلی پولیس ان کے خلاف مقدمہ بھی درج کرلیتی ہے اور ان کے یہاں ای ڈی کی ٹیم چھاپا مارنے بھی پہونچ جاتی ہے۔لیکن یہ سب خواہ جتنا بھی ظلم اور ناانصافی پر مبنی ہو غیر متوقع نہیں ہے، جو آدمی تشدد کی آگ میں جھلسے لوگوں اور خاندانوں کو راحت دینے کی کوشش کرتا ہو، جو کاروان محبت جیسے پروگرام کراتا ہو وہ اقتدار میں بیٹھے ایسے لوگوں کو کیسے قابل قبول ہوسکتا ہے؟ جو آدمی بھوک اور روزگار کا مسئلہ اٹھاتا ہو، جو انسانی حقوق کی بات کرتا ہو، جو مذہبی بنیادوں پر تعصب اور تفریق کو خارج کرتا ہو، جو ایک طرح سے مضبوط جمہوری ماحول بنانے کی کوشش کرتا ہو، وہ ایسی سرکاروں اور پارٹیوں کو کیسے راس آسکتا ہے جن کا بنیادی مقصد جذباتی معاملات پر عوامی رایوں کو یرغمال بنالینا ہے۔

یہی بات پچھلے دنوں نیوز لانڈری اور نیوز کلک جیسے پورٹلوں کے چلے ای ڈی اور انکم ٹیکس ڈپارٹمنٹ کے سروے کے بارے میں بھی کہی جاسکتی ہے، بے شک بالکل صحیح ہے کہ آمدنی کے لحاظ سے بہت چھوٹے ان نیوز پورٹلوں پر صرف اس لیے کارروائی کی گئی کہ وہ بالکل سرکار کے مخالف ہیں، ان بس ان کے اسی 'جرم' کی سزا دینی مقصود تھی، ابھی سزا نہیں صرف وارننگ دی گئی ہے، اشارہ کیا گیا ہے کہ سرکار جب چاہے گی بازو مروڑ ڈالے گی۔قانون کے گلیاروں میں کوئی نہ کوئی نقطہ نکل آئے گا جو بتائے گا کہ انہوں نے جو پونجی اکٹھا کی ہے وہ کتنی غیر قانونی، کتنی ناپاک اور ملک وقوم کے لیے کتنی نقصاندہ اور جان لیوا ہے۔ابھی سروے ہوا ہے، کل چھاپا پڑے گا، چھاپے کے بعد گرفتاریاں ہوں گی، اور اس کے بعد وہ سب جھوٹے سچے الزامات لگیں گے جن سے عدالتوں کی معرفت نجات پانے میں برسوں لگ جائیں گے۔

لیکن اس پورے پیٹرن میں ایک بات سمجھ میں آنے والی نہیں ہے، سونو سود کے گھر انکم ٹیکس ڈپارٹمنٹ کی ٹیم کیوں پہونچی؟ سونو سود نے ایسا کیا کیا کہ سرکار کو اپنی ایجنسیاں اس کے گھر دوڑانی پڑیں؟ کیا واقعی دہلی کی عام آدمی پارٹی سرکار کے ایک تعلیمی پروگرام میں برانڈ ایمبیڈر کے طور پر سونو سود کا شامل ہونا مرکزی حکومت کو اتنا برا لگا کہ اس نے فوری طور پر انہیں سبق سکھانے کا فیصلہ کر لیا؟ کیا یہ اشارہ ہے کہ غریبوں کا مسیحا کہلانے والے سونو سود اپنی ذاتی شناخت کو کسی دوسری سیاسی پہچان کے ساتھ جوڑنے کی کوشش نہ کریں؟ اس سوال کا صاف جواب آسان نہیں ہے، لیکن اس میں شک نہیں کہ سونو سود کے ٹھکانوں پر چھاپے ماری جیسی کارروائی جس کو ڈپارٹمنٹ سروے کا نام دے رہا ہے، فی الحال سیاسی طور پر سرکار کے لیے نقصان دہ ہوگی۔کووڈ وبا کے دوران ریل ہیرو سے رئیل ہیرو بنے سونو سود نے بے مثال کام کیا، مزدوروں کے لیے کھانے کا انتظام کرنا ہو، ان کو گھر بھیجنے کا نظم کرنا ہو، ان کے لیے روزگار کا بندوبست کرنا ہو، یا کورونا کی دوسری لہر کے دوران لوگوں کے لیے آکسیجن کا انتظام کرنا ہو، سونو سود ہر مورچے پر لگے رہے، ان کے خلاف ایسی مشتبہ کارروائی دراصل سرکار کو ہی مشتبہ بنا رہی ہے۔

یہیں سے ایک نیا خیال آتا ہے، سرکاری ایجنسیوں کا غلط استعمال کوئی نئی بات نہیں ہے، دنیا بھر کی سرکاریں اپنے مخالفین کی جاسوسی کرواتی ہیں، اندرا گاندھی پر بھی یہ الزام لگا تھا۔لیکن جب اقتدار کا غرور اپنی آخری حد پار کرجاتا ہے تو اس کے اندر یہ تمیز نہیں باقی رہتی کہ وہ ایجنسیوں کا کیسے استعمال کرے، وہ ہر مخالف لگنے والے شخص کے پیچھے آئی ٹی، سی بی آئی ، ای ڈی جیسی ایجنسیوں کو لگا ڈالتی ہے۔موجودہ سرکار کے بارے میں یہ بات زیادہ تشویش ناک اس لیے دکھائی دیتی ہے کہ اس استعمال کی وجہ سے ان ایجنسیوں کی مہارت اور اہلیت متاثر ہونے لگی ہے۔دہلی پولیس ایک زمانے میں ملک کی سب سے قابل اور پیشہ ور پولیس مانی جاتی تھی، لیکن اب حالت یہ ہے کہ پچھلے کئی معاملوں میں وہ عدالت کی پھٹکار کھا رہی ہے۔اور یہ معاملات کیا ہیں؟ شہریت مخالف قوانین کے خلاف چل رہے مظاہروں کو جبراً دہلی کے فسادات سے جوڑنے کے، دہلی فسادات کی جانچ کے نام پر بے گناہ لوگوں پر فرضی مقدمے دائر کرنے کے، یہ صاف دکھائی دے رہا ہے کہ اپنے آقاؤں کو خوش کرنے کی مجبوری میں وہ عجیب وغریب دلائل اور بے بنیاد ثبوتوں کی مدد لیتی ہوئی پکڑی جا رہی ہے۔دہلی پولیس کے پرانے افسران اس حال پر شرمندہ اور ناراض دکھائی دے رہے ہیں اور اس کے خلاف مضامین بھی لکھ رہے ہیں۔یہی حالت دوسری ایجنسیوں کی ہے، سی بی آئی کا اندرونی تنازع آدھی رات کو سڑک پر آجاتا ہے، افسران دن دہاڑے ایک دوسرے پر الزامات لگا رہے ہیں، اور تمام امور کی جانچ میں سرکاری رخ کے مطابق وہ اپنا رخ طے کرتی ہے، بھیما کورے گاؤں کیس میں این آئی اے کا کردار مشکوک ہے، یہ بات بھی اب پوشیدہ نہیں رہ گئی ہے۔

حالت یہ ہے کہ سرکار خود کو محفوظ رکھنے کی کوشش میں ملک کو غیر محفوظ بنا رہی ہے، اس کے شہری حقوق کو اور لوگوں کی شہریت کو داؤ پر لگا رہی ہے اور اس کی ایجنسیاں دوسروں پر ملک سے غداری کے جتنے الزامات لگا رہی ہیں، اتنا ہی ان کا اور ان کے آقاؤں کی اپنی ملک مخالف شبیہ سامنے آرہی ہے۔

Scanned with CamScanner

پنچایت چناؤ اور ہماری ذمہ داریاں

غفران غازی

ہمارے ملک ہندوستان میں جمہوری نظام رائج ہے،اس کا شمار دنیا کے دوسرے سب سے بڑے جمہوری ملک میں ہوتا ہے، ہر پانچ سالوں پر یہاں پارلیمنٹ، اسمبلی اور پنچایت چناؤ کا انتخاب ہوتا ہے، یہ انتخاب عوام کو موقع فراہم کرتا ہے، صحیح رہنما کو منتخب کرنے ،ایماندار اور وفادار لیڈروں کو چننے ، ماضی میں ہوئی غلطیوں کو سدھارنے کا موقع ملتا ہے۔جمہوریت کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اگر ماضی میں غلطی سرزد ہوئی ہے، کسی کے وعدوں پر اعتبار کر کے ہم نے اسے لیڈر منتخب کیا ہے لیکن وہ اپنے وعدے پر کھرا نہیں اترتا ہے،عوامی فلاح وبہبود کیلئے کام نہیں کرتا ہے تو پھر پانچ سالوں کے بعد عوام کو اپنی غلطیاں سدھارنے اور ایسے نااہل حکمرانوں،لیڈروں کو سبق سکھانے کا مکمل موقع ہوتا ہے۔

الیکشن چاہے جو بھی ہو، خواہ لوک سبھا کا ہو یا ودھان سبھا کا ہو یا پھر پنچایت چناؤ کا الیکشن ہو اس میں صحیح اور مناسب امیدوار کا انتخاب ہر شہری کا فریضہ ہے۔ایک شہری اور ایک باشندہ ہونے کے ناطے ہم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم اپنے ووٹ کا صحیح استعمال کریں، ہم اس شخص کو منتخب کریں جو کہ عوام الناس اور ملک کے حق میں بہتر ہو جو ہمارے سکھ اور دکھ میں ہمیشہ ساتھ رہتا ہو۔ جو سرکار سے ہمیں ہمارا حق دلاتا ہو۔ جو انصاف پسند ہو۔ اکثر یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ جب الیکشن کا وقت قریب آتا ہے تو اس وقت بہت سارے امیدوار آپ کے گھر اور دروازے پر آپ سے خبر خیریت دریافت کرنے آتے ہیں اس وقت آپ کو یہ دیکھنا ہے کہ کیا یہ لوگ الیکشن سے قبل بھی ہمارے حال احوال جاننے آتے تھے یا نہیں؟ خاص طور پر یہ دیکھنا ہے کہ گذشتہ انتخاب میں جس کو ہم نے ووٹ دیا تھا اس نے پانچ سال ہمارے ساتھ، ہمارے پنچایت کے ساتھ، ہمارے گاؤں کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا؟ سماج میں کتنا تعمیری کام کیا؟ غریبوں کا کتنا ساتھ دیا؟ سرکار سے ہمارا حق دلایا یا نہیں؟ مظلوموں کا کتنا ساتھ دیا؟ اگر ہمیں مثبت جواب ملتا ہے تو پھر سے ہم اسی امیدوار کو کامیاب بنائیں اگر منفی جواب ملتا ہے تو نئے امیدوار کا انتخاب کریں جو ہمارے اور ہمارے سماج کے لئے بہتر ہو۔

آج کل الیکشن میں اکثر و بیشتر یہ ہوتا ہے کہ ہم پیسہ لے کر ووٹ ڈالتے ہیں جو کہ سراسر غلط ہے اور جس کا خمیازہ ہم آنے والے پانچ سال تک بھگتتے ہیں۔آخر ہم نے کبھی سوچا کہ ہم ووٹ ڈالنے کے پیسہ کیوں لیں؟ نہیں ہم یہ کبھی نہیں سوچتے ہیں بلکہ ہم مزہ سے ہزار، پانچ سو کے بدلہ میں اپنے مستقبل کو اپنے بچوں کے مستقبل کو اپنے سماج کے مستقبل کو بیچ دیتے ہیں اور پانچ سال کے لئے غلام بن جاتے ہیں۔اس بات کو یاد رکھیں کہ اگر آج ہم کسی امیدوار سے لالچ میں پیسہ لے لئے اور کل جب ہم اس امیدوار سے کسی چیز کا مطالبہ کرنے جائیں گے تو اس وقت آپ کو یہ جواب مل سکتا ہے کہ آپ نے ہمیں فری میں ووٹ نہیں دیا تھا اور میں آپ کا نوکر اور غلام نہیں ہوں جو آپ کی بات مانوں۔اس وقت آپ کے منہ میں تالا لگ جائے گا اور آپ اپنے حق کے بارے میں اس سے کوئی سوال نہیں کر پائیں گے۔اس لئے جب بھی الیکشن آئے آپ بنا کسی سے پیسہ لئے ایسے امیدوار کا انتخاب کریں جو آپ کو سرکار سے آپ کا حق دلا سکے۔

گرام پنچایت ایک چھوٹی خود مختار مقامی حکومت ہوتی ہے۔ گرام پنچایت انتخاب میں امیدوار ہمارے اپنے گاؤں کے دوست واحباب، پڑوسی، جانے پہچانے لوگ ہوتے ہیں جن کے ساتھ صبح وشام ہمارا اٹھنا بیٹھنا ہوتا ہے۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے رشتہ دار میں ہی دو امیدوار کھڑے ہو جاتے ہیں اس لئے ایسے چناؤ میں کسی امیدوار کا ساتھ دینا کسی کی حمایت کرنا تھوڑا مشکل کام ہوتا ہے اس لئے انتخاب کے دوران ہمیں ہرگز اس بات کو نہیں بھولنا ہے کہ چناؤ آتے جاتے رہتے ہیں۔اس لئے ہم کسی امیدوار کے لئے یا اس کا ساتھ دینے والوں کے لئے نازیبا الفاظ کا استعمال بالکل بھی نہ کریں کہ جس کی وجہ سے آپسی بھائی چارگی ختم ہو۔رشتہ داری میں دشمنی پیدا ہو۔ بلکہ مہذب انداز میں سامنے والوں کے لئے کسی نازیبا الفاظ کا استعمال کئے بغیر ہم اپنے لئے یا اپنے امیدوار کے لئے ووٹ مانگیں۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ آج ہم جس کی حمایت کر رہے ہیں وہی کل ہمارے کام آئے کیونکہ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ آج ہم جس کی مخالفت کر رہے ہیں کل ہمیں اس کی ضرورت پڑ جائے اور وہ ہمارے لئے فرشتہ بن جائے۔

بقیات

صفحہ اول کا بقیہ......... ۶ر رمضان ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹ر مارچ ۱۹۹۱ء کو آپ بھی بارگاہ ایزدی میں حاضر ہوگئے، اس دوران مولانا عبدالصمد رحمانیؒ نائب امیر شریعت کا بھی ۴ر مئی ۱۹۷۳ء کو انتقال ہو گیا تھا، حضرت مولانا عبدالرحمٰنؒ ان کے انتقال کے بعد ۱۶رجون ۱۹۷۳ء سے نائب امیر شریعت نامزد ہو چکے تھے، امارت شرعیہ کے چاروں امیر شریعت کا دور انہوں نے پایا تھا، اس لیے امیر شریعت خامس کے لیے اکابر علماء کی توجہ ان کی طرف گئی، چنانچہ ۱۴ر رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ مطابق ۳۱ر مارچ ۱۹۹۱ء کو صرف بارہ روز کے وقفے سے مجلس شوریٰ کے اجلاس میں ان کو باتفاق امیر شریعت منتخب کر لیا گیا، حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانیؒ نے ان کا نام پیش کیا اور قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ نے ان کی تائید کی اور ان کے ہاتھ پر بیعت سمع وطاعت کیا، بعد میں شرکاء اجلاس نے بھی بیعت کی۔اب تک امراء شریعت کے انتخاب کے لیے کوئی باضابطہ مجلس نہیں تھی، مدعو کرنے کے لیے کوئی اصول بھی نہیں تھا، بڑی حد تک یہ ذمہ داروں کی صوابدید پر تھا کہ کس کو بلایا جائے یا کس کو نہ بلایا جائے، امیر شریعت خامس کے دور میں حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب اور قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ نے امیر شریعت کے سامنے یہ تجویز رکھی؛ چنانچہ باضابطہ مجلس ارباب حل وعقد کی تشکیل عمل میں آئی، اس کو دستور کا حصہ بنایا گیا اور اس کی ذمہ داریاں طے کی گئیں، جن میں ایک اہم کام امیر شریعت کے عہدہ کے خالی ہونے کے بعد نئے امیر شریعت کا انتخاب ہے۔پہلی بار باضابطہ مجلس ارباب حل وعقد کے ارکان نے چھٹے امیر شریعت کے انتخاب میں حصہ لیا اور یکم نومبر ۱۹۹۸ء کو مولانا سید نظام الدین صاحبؒ کو امیر شریعت منتخب کیا، اس موقع سے بھی مولانا سید محمد ولی رحمانیؒ نے مولانا سید نظام الدین صاحب کا نام پیش کیا، مولانا محمد قاسم مظفر پوریؒ نے مجمع عام میں تائید کی اور بیعت امارت کیا، حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ اپنی علالت طبع کی وجہ سے دہلی میں تھے، یہ انتخاب بھی الحمد للہ متفقہ ہوا، جس کے بڑے مثبت اور مفید اثرات مرتب ہوئے، ۱۷را کتوبر ۲۰۱۵ء میں حضرت بھی راہی آخرت ہوئے، چنانچہ ۲۹ر نومبر ۲۰۱۵ء کو دار العلوم زیرو مائل ارریہ میں ساتویں امیر شریعت کا انتخاب بالاتفاق مجلس ارباب حل وعقد نے کیا، انتخابی اجلاس کے لیے جو مجلس استقبالیہ تھی اس کے صدر مولانا عبدالمتین نعمانی تھے، انہوں نے تلاوت کلام پاک ،نعت پاک کی پیشی اور تجویز تعزیت کے بعد مولانا محمد ولی رحمانیؒ کا نام پیش کیا اور سارے مجمع نے ہاتھ اٹھا کر تائید کی۔

۳ر اپریل ۲۰۲۱ء کو حضرت کے وصال کے بعد یہ منصب جلیل گذشتہ پانچ ماہ سے خالی ہے، کورونا کی وجہ سے بھی رکاوٹ رہی، اب حالات نارمل ہو چکے ہیں اور مجلس شوریٰ کے نصف سے زیادہ ممبران نے دستور میں دیے حق کے مطابق دس اکتوبر ۲۰۲۱ء کو المعہد العالی کیمپس امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں اجلاس ارباب حل وعقد طلب کر لیا ہے۔ حضرت نائب امیر شریعت نے بھی اس کی تائید وتوثیق کر دی ہے۔اس فیصلہ سے امارت شرعیہ کے تمام محبین ومخلصین میں خوشی کی لہر ہے اور سبھی لوگ اس فیصلہ کو خوش آئند قرار دے رہے ہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس انتخابی اجلاس کو ادارہ اور پوری ملت کے لیے خیر کثیر کا باعث بنائے۔ یہ مضمون انشاء اللہ انتخابی طریقۂ کار کی طرف بھی رہنمائی کرے گا اور امارت کے وقار پر ان شاء اللہ آنچ نہیں آئے گی۔

بقیہ سیرت نبویؐ کا انقلابی پیغام......... رحم وکرم، حسن سلوک، غمخواری وغم گساری اور عایا پروری، عدل وانصاف سے ان کو عملا روشناس کراتے ،غلبہ وقدرت کے بعد بھی معافی کا انہیں درس دیتے ، بے کسی و بے بسی میں عفو و درگزر چھوڑ دیے، انہیں استاد بن کر سمجھایا، باپ بن کر دکھایا، شوہر کے فرائض سے روشناس کرایا، حالت امن وحالت جنگ میں صبر وسکون کے ساتھ اصول زندگی سے روشناس کرایا، عبادت وشکر گزاری کے جذبات سے آشنا کیا، تعلیم کے فضائل بتائے ، ذکر وفکر کے نتائج سے آگاہ کیا تزکیہ واحسان کی اہمیت سے آگاہ کیا، تجارت کے اصول سکھائے ، تفریق وتفرقہ کے نتائج بد سے متنبہ کیا، اتحاد واتفاق کی طاقت سے آشنا کیا، ظاہر ہے کہ آپ کی زندگی نہ صرف مسجد میں گزری اور نہ پوری کی پوری عبادت میں، اسی لئے آپ کی سیرت کو اس طرح پڑھنا چاہیے کہ دیکھا جائے آپ نے کن اوقات اور کن حالات میں کس طرح زندگی گزاری ہے، آپ گھر میں کس طرح پیش آئے ، سیاسی مسائل کس طرح حل کیا، میدان جنگ میں کس طرح قیادت کی، ایمرجنسی کے حالات میں کس طرح رہنمائی کی، مشکل ترین حالات میں کس طرح کے اقدامات کیے، یہاں سکھانے والا بھی انذار کی صفت سے متصف تھا اور سیکھنے والے بھی حصول علم کا مقصد اور اس کی انتہا یہ سمجھتے تھے کہ ان کو دین کا فہم حاصل ہو جائے اور وہ اوامر کی پابندی کرنے والے اور منہیات سے بچنے والے بن جائیں، ”فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم إذا رجعوا إليهم لعلهم يحذرون“، میں لیتفقهوا فی الدین اگر یہ بتاتا ہے کہ لفظ سے اس قدر فہم وبصیرت مطلوب ہے کہ اسلام کے مقتضیات سمجھ میں آنے لگیں، اسی کے ساتھ انذار کا جو لفظ استعمال ہوا اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام میں تعلیم کا اصل مقصد دین کی بصیرت حاصل کرنا اور اپنے ساتھ دوسروں کو بھی اخروی زندگی کے لئے بیدار و تیار کرنا ہے، انذار کے معنی ہی ہیں ڈرانے ہوشیار کرنے اور بالخصوص آخرت کی تیاری کے لئے بیدار کرنے کے، انذار جب نبی کی صفت بنتی ہے تو اس میں رحمت وشفقت اور لگن وتڑپ کے ساتھ متنبہ کرنے کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں۔ کبھی آپ نے عبادت کی فضیلت بیان کی تو کبھی معاشرت کے اصول بتائے ، کبھی آپ نے یہ فرمایا کہ میری بعثت ایک معلم اخلاق کی حیثیت سے ہوئی ہے، کبھی فرمایا کہ مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے مجھے بھیجا گیا ہے، چنانچہ آپ نے گھر کی اخلاقیات سے لے کر بازار کے آداب تک کی تعلیم دی، آخر وہ کون سا شعبہ زندگی ہے جس میں آپ کی عطر بیز سیرت رہنمائی نہیں کرتی، آپ کبھی تو راتوں کی عبادت کی تلقین کرتے اور کبھی دن میں جہاد کی تیاری کا حکم دیتے ، گھر میں تو اپنا کام خود کر لیتے ، جنگی قیدی آپ کے حسن اخلاق سے حلقہ بگوش اسلام ہو جاتے ، خادموں سے پوچھیے تو آقا کی تعریف میں رطب اللسان ہو جائیں، ازواج مطہرات سے اندرون خانہ کا حال سنیئے تو تاجدار عالم کے حسن اخلاق اور گھریلو زندگی میں ان کے بے نظیر لمحات ہر گھر کی تنویر کے لئے کافی، کیا خوب ارشاد عالی ہے آپ کا ”تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے سب سے بہتر ہو اور میں اپنے گھر والوں کے لے سب سے بہتر ہوں“، زندگی جس حال میں ہو کسی ایک حال سے خالی نہ ہوگی اور ہر حال میں سیرت رسول کا نمونہ ہمارے سامنے ہوگا، آپ نے فرط مسرت کے لمحات بھی دیکھے، غموں سے نڈھال بھی ہوئے ، طائف میں آپ کو گالیاں بھی دی گئیں اور وطن عزیز سے آپ کو نکالا بھی گیا، آپ پر طعنے بھی کسے گئے اور برا بھلا بھی کہا گیا، آپ فتوحات کی لذت سے بھی شادکام ہوئے اور شکست کے درد کو بھی جھلینا پڑا، آپ کو فرط عقیدت سے مر مٹنے والے جاں نثار بھی ملے اور خون کے پیاسے دشمنوں سے بھی سامنا ہوا، آپ کے لیے پلکیں بھی بچھائی گئیں اور آپ ہی کے لیے سازشیں بھی رچی گئیں، آپ کی سیرت میں عفو ودرگزر کا نمونہ بھی ہے اور تنبیہ وسزا کی مثال بھی، مصالحت، اقدام اور دفاع کے جس حال میں ہم ہوں آپ کی بے مثال سیرت ہماری رہنمائی کرتی ہے۔

اعلان مفقود الخبری

معاملہ نمبر ۴۹/۲۵۵/۱۴۴۲ھ

(متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ مہدولی دربھنگہ)

اجمیری خاتون بنت محمد فدا حسین مقام بلاہی، ڈاکخانہ نہرا، دربھنگہ۔فریق اول

بنام

محمد فرقان ولد محمد فیاض مقام وڈاکخانہ مدن پور، ضلع ارریہ۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دار القضاء امارت شرعیہ میں عرصہ پانچ سال سے غائب ولا پتہ ہونے ، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۵ر ربیع الاول ۱۴۴۳ھ مطابق ۱۳را کتوبر ۲۰۲۱ء روز بدھ بوقت ۹ر بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت دار القضاء امارت شرعیہ مہدولی دربھنگہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔فقط۔قاضی شریعت۔

Scanned with CamScanner

طب وصحت

زیتون کے فائدے

انسان صدیوں سے زیتون سے فائدہ حاصل کرتا رہا ہے اس کو پکانے کے ساتھ ساتھ مختلف عوارضات میں بطور دوا استعمال کرتا آرہا ہے زیتون کچے بھی کھائے جاتے ہیں اور ان کی چٹنی بھی بنتی ہے۔ بگڑے ہوئے السر (زخم) اور مختلف قسم کے پھوڑوں کے لئے جہاں مرہم تیار کیے جاتے ہیں وہاں ماؤف اور معطل اعضاء میں زندگی دوڑانے کیلئے اسے طلاؤں اور مالش کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، شیخ الرئیس بوعلی سینا نے اپنی کتاب اور قلبیہ میں جن ۴۶؍ ادویہ کا ذکر کیا ہے ان میں زیتون کا تیل بھی شامل ہے اسپین میں مسلم اطباء نے اپنے دور عروج میں جن سینکڑوں ادویہ پر داد تحقیق دی ان میں روغن زیتون سر فہرست ہے۔ جدید دور کی مشینی زندگی نے جہاں انسان کو بہت سی آسائشیں فراہم کی ہیں، وہیں فطرت سے دور کر دیا ہے۔ صبح سویرے کی سیر کا رواج بہت کم ہو گیا ہے چکنی اشیاء اور فاشٹ فوڈز کا رجحان بڑھ گیا ہے۔ زندگی تیز رفتار ہو گئی ہے ذہنی دباؤ اور عصبی تناؤ میں اضافہ ہو گیا ہے۔ موٹاپا اور کولیسٹرول کا مسئلہ بڑھتا جا رہا ہے، جس سے امراض قلب میں اضافہ ہو رہا ہے تو وہاں پھر ایک دفعہ روغن زیتون کا استعمال بڑھتا جا رہا ہے۔ اس کی اصل زمین فلسطین اور شام ہے، یہیں سے یہ بحیرۂ روم کے باقی ماندہ علاقوں خصوصاً تیونس، اسپین۔، یونان، ترکی اور اٹلی میں پھیلا۔ یہاں سے امریکہ پہنچا اور اب زیتون کے درخت امریکہ، آسٹریلیا اور جنوبی افریقہ میں بھی پائے جاتے ہیں یہ پہاڑوں پر پھلتا پھولتا ہے اور اس کے پتے پورے سال موجود رہتے ہیں، جو اسے تر و تازہ اور پھل دار رکھتے ہیں۔ یہ درخت طویل عمر پاتا ہے زیتون کا پھل عام طور پر ۶۷؍ فیصد پانی، ۲۴؍ فیصد تیل اور پانچ فیصد پروٹین اور ایک فیصد معدنی نمکیات پر مشتمل ہوتا ہے۔ اسپین کی یہ کہاوت آج بھی ضرب المثل ہے کہ زیتون کا تیل تمام امراض کا علاج ہے۔ غذا میں روغن زیتون، گھی، چربی اور مکھن سے بہتر ہے، جدید تحقیقات بھی یہی ثابت کرتی ہیں کہ زیتون جسم میں جا کر دوسری چربیوں کی صورت اختیار نہیں کرتا اس لئے اس کا استعمال امراض قلب اور موٹاپے سے بچنے کے لئے مفید ہے۔ یہ واحد تیل ہے، جو نفوذ کر کے مالش کے ذریعے جسم میں جذب ہو جاتا ہے۔ اس میں قوت نافذہ بدرجہ اتم موجود ہے اس لئے اسے دوسرے تیلوں پر فوقیت حاصل ہے۔ حالیہ تحقیقات اس بات کی گواہ ہیں کہ جن علاقوں میں روغن زیتون کا استعمال ہوتا ہے یا جو لوگ روغن زیتون استعمال کرتے ہیں۔ ان کے ہاں امراض قلب کی شرح بہت کم ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ تصلب شریان (شریانوں کی تنگی) انجماد خون اور ہائی بلڈ پریشر کے مریض کم پائے جاتے ہیں۔ پرانے اطباء نے زیتون کے تیل کو غذا اور دوا کے طور پر استعمال کرنے کی ہدایت کی ہے۔۔ زیتون میں تقریباً دو تہائی تیل پایا جاتا ہے جو کھانا پکانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اس کے علاوہ اسے بطور سلاد، چھوٹے بچوں کے مساج اور عطریات کے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ روغن زیتون توانائی سے بھرپور ہے اس کے خاص جزو کو اولین کہتے ہیں یہ طویل عرصے تک خشک نہیں ہوتا اور نہ ہی بدبو پیدا ہوتی ہے۔ یورپ میں امن کی نشانی کے طور پر فاختہ کو اس طرح پرواز کرتے دکھایا جا رہا ہے کہ اس کی چونچ میں زیتون کی ڈلی ہوتی ہے۔ روغن زیتون کی مختلف اقسام کے ذائقے بھی مختلف ہوتے ہیں اور اس کا انحصار استعمال کئے جانے والے زیتون، ان کے پکنے کی کیفیت اور انہیں ذخیرہ کرنے کے غرض پر ہے روغن زیتون میں آٹھ سو نو اجزاء پائے جاتے ہیں اور وٹامن ای بھی ہے۔ دافع سرطان اور خون میں تھکے بننے سے روکتا ہے۔ روغن زیتون کولیسٹرول کو جسم میں جذب ہونے سے روکتا ہے، چھوٹے بچوں کے لئے اچھی غذا ہے۔ پتے کے اندر پتھری نہ بننے کے عمل میں مدد فراہم کرتا ہے اور خون کے اندر زہریلے مادہ کو خارج کرنے میں معاون ہے۔ ایک تحقیق کے مطابق خارش کا جرثومہ روغن زیتون سے ہلاک ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ موسم سرما میں شدت اختیار کرنے والی خارش کے لئے روغن زیتون تجویز کیا جاتا ہے۔ جلنے کے زخم پر زیتون کے نمکین تیل لگانے سے زخم جلد مندمل ہو جاتے ہیں۔ روغن زیتون کو کئی قسم کے مرہموں اور جلد کے لئے مخصوص صابن میں استعمال کیا جاتا ہے۔ زیتون کی لکڑی کی آگ جلائیں تو اس سے نکلنے والا تیل پھپھوندی سے پیدا شدہ امراض داد اور خارش میں مفید ہے۔ روغن زیتون کا استعمال معدہ کے السر اور آنتوں کے امراض میں مفید ہے اگر روغن زیتون جو کے پانی میں ملا کر پیا جائے تو قبض دور ہوتی ہے اس کا اچار بھی مفید ہے جو یونان سے سرکہ میں آتا ہے اور مغرب میں شوق سے استعمال ہوتا ہے۔ جاپان میں روغن زیتون کو آنتوں کے امراض میں مفید قرار دیا جاتا ہے۔

جوڑوں اور پٹھوں کا درد: کسی سبب اگر ہڈیوں میں درد رہتا ہو تو روغن زیتون کی مالش سے آرام محسوس ہوتا ہے جن کی ٹانگوں میں درد رہتا ہو یا ہاتھ پاؤں میں کڑل پڑتے ہوں وہ روغن زیتون نمک ملے نیم گرم پانی میں جلا کر ٹکور کریں تو فائدہ ہوتا ہے۔ روغن زیتون کی مالش سے نہ صرف پٹھے مضبوط ہوتے ہیں بلکہ اعضاء کو تقویت ملتی ہے۔ روغن زیتون جلد بڑھاپے کو روکتا ہے ہے جلد خوبصورت بناتا ہے۔ پیدائشی کمزور بچوں کو روغن زیتون پلانا ان کی ہڈیاں مضبوط کرتا ہے اور اچھی صحت کی ضمانت ہے۔

امراض سانس : دمہ کے مریضوں کیلئے روغن زیتون بہت مفید ہے اس کا استعمال دمہ کے دورے روکتا ہے۔ روغن زیتون نزلہ زکام کو بھی روکتا ہے۔ دورے کے دوران شہد ملا کر استعمال کیا جائے۔

بالوں کے لئے: روغن زیتون کا استعمال گرتے بالوں کو روکتا ہے۔ بالوں کو لمبا کرتا اور سیاہی کو قائم رکھتا ہے۔ مزید بالوں کو مضبوط توانا بناتا ہے۔

کولیسٹرول کے لئے : روغن زیتون کولیسٹرول کو بڑھنے سے روکنے میں مفید ہے۔ جدید تحقیقات کے مطابق روغن زیتون استعمال کرنے والوں میں مضر صحت کولیسٹرول کی مقدار کم ہو جاتی ہے۔ شریانوں کو سخت ہونے اور ان میں خون کے تھکے ختم کرنے میں مفید ہے جو کہ امراض قلب اور انجماد کا سبب بنتے ہیں۔

بلڈ پریشر: جدید تحقیقات کے مطابق جو لوگ روغن زیتون کا استعمال کرتے ہیں ان کا بلڈ پریشر نہیں بڑھتا بلکہ متوازن رہتا ہے۔

گردوں کے لئے : روغن زیتون گردوں کی اصلاح کرتا ہے اور گردے اور مثانے کی پتھریوں کو نکالنے میں مفید ہے۔

موٹاپا: جن لوگوں میں موٹا ہونے کی استعداد پائی جائے وہ جمع چکناہٹ اور گھی ترک کر کے روغن زیتون کا استعمال کر کے موٹاپے کو روک سکتے ہیں۔

دانتوں کے لئے: روغن زیتون کا استعمال دانتوں پر ملنے سے نہ صرف دانت بلکہ مسوڑھے بھی مضبوط ہوتے ہیں اور کیڑا نہیں لگتا۔

جسمانی طاقت اور فالج کیلئے : روغن زیتون کا استعمال جسم میں طاقت اور توانائی فراہم کرتا ہے۔ اس کی مالش فالج میں مفید ہے۔

وجع المفاصل اور دردوں کے لئے : روغن زیتون کا استعمال اور مالش اعصابی اور ریاحی دردوں کے ساتھ جوڑوں میں درد اور کمر درد کو ختم کرتا ہے۔

آنتوں کی سوزش کے لئے : ٹائیفائیڈ کے مریض جو کہ صحت یاب ہو جاتے ہیں اکثر انہیں بعد ازاں آنتوں کی سوزش کا اثر رہتا ہے جو پرانی ہو کر نظام ہضم کو خراب کرتی ہے اور قبض کا باعث بنتی ہے۔ ان کے لئے روغن زیتون کا استعمال بہت کارگر ثابت ہوتا ہے۔ بواسیر کے مسوں کی سوزش اور درد کو بھی فائدہ ہوتا ہے۔

ہفتۂ رفتہ

راشد العزیزی ندوی

امیر شریعت کے انتخاب کے لیے ارباب حل وعقد کا اجلاس
۱۰؍اکتوبر ۲۰۲۱ء کو المعہد العالی کیمپس پھلواری شریف، پٹنہ میں

امارت شرعیہ ملت عظیم سرمایہ اور ایک دستوری ادارہ ہے۔ ساتویں امیر شریعت حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب نور اللہ مرقدہ کے وصال کے بعد آٹھویں امیر شریعت کے انتخاب کے لیے ارباب حل وعقد کا انتخابی اجلاس ہونا ہے۔ اسی لیے ارکان شوریٰ نے ٹرسٹ ڈیڈ میں مذکور دستور امارت شرعیہ کی دفعہ ۹؍ کی شق (ایف) کے مطابق آٹھویں امیر شریعت کے انتخاب کے لیے ارباب حل وعقد کا اجلاس مورخہ دس اکتوبر ۲۰۲۱ء روز اتوار کو المعہد العالی کیمپس امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں منعقد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

نائب امیر شریعت حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی صاحب مدظلہ نے مذکورہ تاریخ اور جگہ کے تعلق سے اپنی اجازت اور رضامندی دے دی ہے۔ انتخاب سے متعلق مزید تفصیلات بعد میں حسب مشورہ جاری کی جائیں گی۔ اس لیے قائم مقام ناظم امارت شرعیہ مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب کی طرف سے مجلس ارباب حل وعقد کے معزز ارکان سے درخواست کی گئی ہے کہ مذکورہ تاریخ میں انتخابی اجلاس میں شریک ہوں۔

ملازمین کسی جگہ ٹرانسفر کرنے پر نہیں کر سکتے اصرار: سپریم کورٹ

سپریم کورٹ نے کہا ہے کہ کوئی بھی ملازم کسی خاص جگہ پر تبادلے پر اصرار نہیں کر سکتا اور آجر کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ملازمین کو اپنی ضروریات کے مطابق ٹرانسفر کرے۔ سپریم کورٹ نے الہ آباد ہائی کورٹ کے اکتوبر 2017 کے حکم کو چیلنج کرنے والے لیکچرر کی درخواست خارج کرتے ہوئے یہ بات کہی۔

سپریم کورٹ نے متعلقہ اتھارٹی کی جانب سے امروہہ سے گوتم بدھ نگر ٹرانسفر کی درخواست مسترد کرنے کے خلاف درخواست کو کالعدم قرار دیا۔ یہ بات جسٹس ایم آر شاہ اور جسٹس انیرودھ بوس کی بنچ نے 6 ستمبر کے اپنے حکم میں کہی۔

گجرات میں لاگو ہوگا نائٹ کرفیو

گجرات میں کورونا انفیکشن کو روکنے کیلئے ریاست کے آٹھ بڑے شہروں میں نائٹ کرفیو نافذ کیا جائے گا۔ نائٹ کرفیو کا اطلاق 15 ستمبر سے 25 ستمبر تک وڈودرا، گاندھی نگر، سورت اور راج کوٹ سمیت 8 بڑے شہروں میں ہوگا۔ اس کی وقت کی حدرات 11 بجے سے صبح 6 بجے تک ہوگی۔ ریاستی حکومت نے یہ اطلاع ایک بیان میں دی۔ گجرات میں کورونا کے 12 نئے کیس رپورٹ ہوئے اور انفیکشن کی وجہ سے کوئی موت نہیں ہوئی۔ نئے کیسوں کی آمد کے بعد ریاست میں مثبت کیسوں کی تعداد بڑھ کر 825629 ہوگئی۔

پرموشن میں ریزرویشن: سپریم کورٹ کی سماعت ۵؍اکتوبر کو

سپریم کورٹ نے کہا کہ وہ ملک بھر میں نوکریوں کے پرموشن میں ریزرویشن معاملے میں آخری سماعت 5 اکتوبر کو کرے گا۔ سپریم کورٹ نے کہا کہ ہر ریاست کے اپنے منفرد مسائل ہوتے ہیں، اس لیے ریاست وار معاملوں کی سماعت ہوگی۔ سپریم کورٹ نے ریاستی حکومتوں کو ہدایت دی ہے کہ وہ ریاستوں سے منفرد مسائل کی نشاندہی کریں اور انہیں دو ہفتوں کے اندر سپریم کورٹ میں دائر کریں۔ دراصل مرکز اور ریاستوں نے پرموشن پالیسی میں ریزرویشن سے متعلق معاملات پر فوری سماعت کا مطالبہ کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ سپریم کورٹ میں زیر التوا کیس کی وجہ سے لاکھوں عہدوں پر تقرریاں تعطل کا شکار ہیں۔ ہائی کورٹ کے متضاد احکامات کی وجہ سے کئی پوسٹیں خالی پڑی ہیں۔ اس لیے پسماندگی کی مناسب نمائندگی اور پیمائش کے لیے سپریم کورٹ کی ہدایات کی ضرورت ہے۔ ریاستوں نے کہا ہے کہ مرکزی حکومت کی سطح پر باقاعدہ عہدوں پر ترقی ہوئی تھی، لیکن ملک بھر میں محفوظ عہدوں پر ترقی 2017 سے رکی ہوئی ہیں۔ دراصل جسٹس ایل ناگیشور راؤ، جسٹس سنجیو کھنہ اور جسٹس بی آر گوئی کی بنچ پرموشن میں ریزرویشن پالیسی سے متعلق 133 درخواستوں کی سماعت کر رہی ہے۔ بنچ نے واضح کیا ہے کہ وہ گزشتہ فیصلے میں پہلے سے طے شدہ مسائل کو دوبارہ نہیں کھولے گی۔ عدالت نے کہا کہ یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ ریزرویشن پالیسی کو کس طرح نافذ کیا جائے۔

Volume:61/71,Issue:37 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF, PATNA-801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

متحد ہوتے تو کچھ اور ہی منظر ہوتا
منتشر ہو کے ڈبویا ہے سفینہ ہم نے
(نامعلوم)

آن لائن تعلیم سے بچوں پر منفی اثرات

محمد معتصم باللہ

کورونا کی وبا کے سبب زندگی کے جو شعبے وسیع پیمانے پر متاثر ہوئے ہیں، ان میں تعلیم کا شعبہ بھی شامل ہے، اس وبا نے انسانوں کے درمیان فاصلے کی جو لکشمن ریکھا کھینچی ہے وہ اگرچہ تحفظ صحت کیلئے مفید ہے، تاہم اس کے سبب زندگی کے کئی اہم امور اس قدر متاثر ہو چکے ہیں کہ ان کا فطری پن باقی نہیں رہا۔ تعلیم کا شعبہ بھی اس طرز کی تبدیلی سے دوچار ہوا، اب ہر سطح کی تعلیم میں آن لائن طریقۂ تدریس حاصل ہے، یہ طریقہ کو اگر کچھ سہولتیں فراہم کر رہا ہے تو دوسری جانب اس کی وجہ سے کچھ ایسے مسائل بھی پیدا ہوئے ہیں جو طلبہ کی تعلیمی صلاحیت کو منفی طور پر متاثر کرنے کے ساتھ ہی ان کی نفسیاتی اور جذباتی نشوونما کو بھی متاثر کر رہے ہیں۔

آن لائن تعلیم میں مشکلات کی وجہ سے تقریباً ۴۳ رفیصد معذور طلبہ پڑھائی چھوڑنے کی تیاری کر رہے ہیں، ایک سروے میں یہ بات سامنے آئی ہے۔ معذور افراد کے حقوق کے لئے کام کرنے والی ایک تنظیم سوابھیمان نے مئی ۲۰۲۱ء اڑیسہ، جھارکھنڈ، مدھیہ پردیش، تریپورہ، چنئی، سکم، ناگالینڈ، ہریانہ اور جموں و کشمیر میں یہ سروے کیا تھا۔ طلبہ، والدین اور اساتذہ سمیت کل ۳۶۲۷ ر افراد نے حصہ لیا، سروے کے مطابق ۵۶.۵ رفیصد معذور بچوں کو روزانہ کلاس پڑھنے کے باوجود مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے جبکہ ۷۷ رفیصد طلبہ نے کہا ہے کہ وہ آن لائن تعلیم کے طریقوں سے آگاہ نہیں ہیں۔ سروے میں بتایا گیا ہے کہ ۵۶.۴۸ رفیصد طلبہ اپنی تعلیم جاری رکھے ہوئے ہیں جبکہ بقیہ ۴۳.۵۲ رفیصد طلبہ تعلیم چھوڑنے کا ارادہ کر رہے ہیں، تقریباً ۴۴ رفیصد بچوں نے یہ شکایت کی ہے کہ وہ ویبنار میں کوئی سائن زبان کا ترجمان موجود نہیں ہے۔ سروے میں کہا گیا ہے کہ اساتذہ نے یہ بھی کہا تھا کہ ۶۴ رفیصد معذور بچوں کے پاس گھر میں اسمارٹ فون یا کمپیوٹر موجود نہیں ہے۔ ۶۷ رفیصد طلبہ نے کہا انہیں آن لائن تعلیم کے لئے ٹیپ یا کمپیوٹر کی ضرورت ہے۔ گویا امیروں اور غریبوں کے درمیان ڈیجیٹل کی کھائی زیادہ گہری ہے، لہٰذا غریب طلبہ آن لائن تعلیم حاصل نہیں کر سکتے ہیں، سروے پر مبنی ایک رپورٹ میں کووڈ ۱۹ عالمی وبائی مرض کے وقت پالیسی میں تبدیلی اور ضرور ترامیم کی شناس کی گئی ہے، سوابھیمان کے بانی اور چیف ایگزیکٹو مہا پترا نے کہا ہے کہ تمام معذور بچوں کو ایک گروپ میں نہیں رکھا جا سکتا، کیونکہ ان کی جسمانی معذوری مختلف ہے اور اسی وجہ سے ان کی ضروریات بھی مختلف ہیں، انہوں نے کہا کہ موجودہ وبا معذور طلبہ کو پیچھے چھوڑ سکتی ہے، اگر فوری طور پر اقدامات نہیں کئے جاتے ہیں تو ان کی تعلیم اور زندگی کے حق کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ سکتا ہے۔

ادھر بچوں کے امور سے متعلق برطانوی تنظیم Save The Children نے اپنی ایک رپورٹ میں کہا ہے کہ کورونا وائرس نے تعلیم کے میدان میں غیر معمولی صورت حال کو جنم دیا جو اس سے پہلے نہیں دیکھی گئی، اس وبائی مرض کے سبب اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے بند ہونے سے کروڑوں طلباء و طالبات متاثر ہوئے ہیں، ان طلبہ کو دوبارہ اسکولوں و کالجوں میں واپسی نہ ہونے کے خطرے کا سامنا ہے۔

برطانوی تنظیم نے اپنی رپورٹ میں اقوام متحدہ کی ذیلی تنظیم یونیسکو کے اعداد و شمار کو بنیاد بنایا ہے، ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ مارچ ۲۰۲۰ء اور مئی ۲۰۲۱ء میں نافذ ہونے والے لاک ڈاؤن کے نتیجے میں ۱.۶ ارب طلبہ و طالبات اپنے اسکولوں، کالجوں اور جامعات سے دور ہو گئے ہیں۔ یہ دنیا بھر میں طلبہ کی مجموعی تعداد کا تقریباً ۹۰٪ ہے۔ تنظیم کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ "انسانی تاریخ میں پہلی مرتبہ عالمی سطح پر بچوں کی ایک پوری نسل کی تعلیم کا سلسلہ معطل ہو گیا ہے۔

اس سلسلے میں ملک کے سو سے زائد اہم ماہرین تعلیم، سماجی کارکنان، اساتذہ کے رہنماؤں نے وزیر اعظم نریندر مودی کو خط لکھ کر کووڈ-۱۹ کے سبب اسکولوں میں طلبہ کے ڈراپ آؤٹ کے مسئلے کو دور کرنے اور طلبہ کو ہر طرح کا تحفظ فراہم کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ رائٹ ٹو ایجوکیشن فارم کے بینر تلے ان ماہرین تعلیم نے خط لکھ کر مسٹر مودی سے کہا ہے کہ ملک میں بڑھتے کورونا بحران کے پیش نظر بچہ مزدوری کا مسئلہ قوی ہونے کا امکان ہے ساتھ ہی بچوں کی اسمگلنگ کا بھی اندیشہ ہے، اس خط میں دستخط کرنے والوں میں سابق خارجہ سکریٹری موچو کند دوبے، نیشنل کمیشن فار پروٹیکشن آف چائلڈ رائٹس (کمیشن برائے تحفظ حقوق اطفال) کے سابق چیرمین شانتا سہنا سمیت ۱۰۰ سے زائد افراد شامل ہیں۔

اس سلسلے میں ایک حالیہ سروے کی رپورٹ میں یہ بات سامنے آئی کہ ابتدائی درجات کے طلبہ اس طریقۂ تعلیم کے سبب ایسے اضافی دباؤ میں مبتلا ہو رہے ہیں جو ان کی روزمرہ زندگی کے فطری پن کو زائل کر رہا ہے، اکثر خبریں سننے میں آتی ہیں کہ اسکول انتظامیہ فیس کے حصول کیلئے طلبہ کے والدین کے ساتھ اکثر ایسا رویہ اختیار کرتا ہے جو ان کے لئے باعث تکلیف ہوتا ہے، عام دنوں میں ان اسکولوں میں مختلف اخراجات کے نام پر جو رقم وصول کی جاتی تھی، اب اگرچہ ان اخراجات کے عوض میں ملنے والی سہولتوں سے استفادہ نہیں کر رہے ہیں پھر بھی بیشتر پرائیویٹ اسکول یہ رقم اصول کر رہے ہیں، اگر طلبہ کے والدین اس رقم کو ادا کرنے سے انکار کرتے ہیں تو ان طلبہ کے ساتھ امتیازی سلوک کیا جاتا ہے۔ جن کے والدین یا سرپرست فیس کے نام پر اس طرح کی رقم کو اسکول میں جمع نہیں کرتے، ان طلبہ کو آن لائن تدریس کے دوران ان کے ہم جماعتوں کے سامنے رسوا کرنے کیلئے مختلف حربے استعمال کئے جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں ابتدائی درجات کے طلبہ کے اندر وہ احساس کمتری پیدا ہو جاتا ہے، جو ان کی شخصیت کی فطری نشوونما کی راہ کو پیچیدہ بناتا ہے۔

کم عمری اور شعوری طور پر ناپختہ طلبہ کیلئے جس طرح کا تعلیمی ماحول ضروری ہوتا ہے وہ آن لائن تعلیمی نظام کے ذریعے انہیں میسر نہیں آ رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس سطح کے بیشتر طلبہ یا تو تعلیم سے پوری طرح بیزاری برتنے لگتے ہیں یا اگر "طوعاً و کرہاً" اس سے ایسی دلچسپی کا مظاہرہ کرتے بھی ہیں تو اس میں اصلیت کے بجائے مصنوعیت کا عنصر بیشتر غالب رہتا ہے، ایسی صورت میں وہ ایک قسم کی ایسی گھٹن کا شکار ہو جاتے ہیں جو ان کی ذات کو اندر سے کھوکھلا کرنے لگتی ہے۔

جب طلبہ ایسی نفسیاتی پریشانی میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو نہ صرف یہ کہ اس کی وجہ سے ان کی ذاتی زندگی بلکہ ان کے اہل خانہ کا معمول حیات بھی مختلف طرح کے مسائل سے دوچار ہوتا ہے، اس صورتحال کے پیش نظر آنے کے بعد والدین یا دیگر افراد خانہ کا رویہ انہیں مزید نفسیاتی الجھنوں کا شکار بنا دیتا ہے، چونکہ والدین اور گھر کے دیگر افراد ان طلبہ سے پڑھائی میں بہتر کارکردگی اور ہر وقت پڑھتے رہنے کا مطالبہ کرتے ہیں لہٰذا طلبہ پڑھنے کا دکھاوا تو کرتے ہیں لیکن در حقیقت ان کا ذہن ان درپیش مسائل کے بارے میں ہی ہمہ وقت سوچا رہتا ہے، یہ طلبہ اپنی بڑھتی عمر کے ساتھ اس اسرار کے دام میں اس طرح الجھتے جاتے ہیں کہ ان کی زندگی انتشار، مایوسی اور محرومی کا مجموعہ بن جاتی ہے۔

بیشتر ماہرین نفسیات کا یہ خیال ہے کہ اگرچہ اس وبا سے تحفظ کیلئے یہ تعلیمی نظام ناگزیر ہو گیا ہے تاہم اس نظام میں ایسی لچک اور شفافیت پیدا کرنے کی ضرورت ہے کہ جو طلبہ کے مستقبل کو بہتر بنانے میں معاون ثابت ہو گئے۔

آن لائن تعلیمی نظام کا ایک منفی پہلو یہ بھی ہے کہ اساتذہ خود کو محنت سے بچائے رکھنے کیلئے طلبہ پر "ہوم ورک" کا اتنا بوجھ لاد دیتے ہیں جو ان کی صلاحیت کا پروان چڑھانے کے بجائے ان کی ذہنی نشوونما پر جمود طاری کر دیتے ہیں، جب طلبہ کی نشوونما کر مرحلہ ایسے جمود کی کیفیت سے دوچار ہوتا ہے تو وہ تعلیم کے ان تقاضوں کی تکمیل میں اکثر ناکام رہتے ہیں جن کی بنا پر کلاس میں نمایاں کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے۔ اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ وہ اختراعی ذہن اور فکر کے حامل ہونے کے بجائے روائتی قسم کی ایسی زندگی گذارنے کے عادی ہو جاتے ہیں جو ترقی اور خوشحالی کے حصول کی راہ کو مشکل بناتی ہے۔

بہر حال اس وقت دنیا کے کئی ملکوں میں اس مسئلے پر مختلف زاوئے سے غور کیا جا رہا ہے، آن لائن تعلیمی نظام کس صورت میں چھوٹے درجات کے بچوں کیلئے مفید ثابت ہو۔ اس غور و فکر کے عمل میں بعض ایسی حقیقتیں سامنے آئی ہیں جو یہ ظاہر کرتی ہیں کہ تعلیم سے متعلق کوئی منصوبہ بناتے وقت طلبہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہونا چاہئے۔ اگر اس شعبے سے متعلق کسی منصوبے میں ان کی مرکزیت کو نظر انداز کیا جاتا ہے تو پھر وہی مسائل ہوتے ہیں جو فی الوقت وطن عزیز میں ہر سطح کے تعلیمی اداروں کو درپیش ہیں۔

اشتہارات کے لئے رابطہ کریں

ہفتہ وار نقیب امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ کا ترجمان ہے جو تقریباً سو سالوں سے مسلسل شائع ہو رہا ہے، اللہ کا فضل و کرم ہے کہ ملک و بیرون ملک میں قارئین کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے، اس کی عمدہ طباعت، معیاری مضامین اور دیگر خصوصیات کی وجہ سے لوگ اسے ہاتھوں ہاتھ لے رہے ہیں، ادارہ قارئین نقیب سے درخواست کرتا ہے کہ وہ اپنے

مدارس، اسکول، کالج، ہاسپیٹل، میڈیکل اور دکان وغیرہ

کے لئے رعایتی قیمت پر غیر تصویری اشتہارات

(Advertisements)

دے کر اپنے ادارہ اور کاروبار کو فروغ دے سکتے ہیں، نیز ادارہ نقیب کے اعزازی ممبران سے بھی درخواست کرتا ہے کہ وہ نقیب کی اشاعت میں مالی مدد کریں۔ ضروری معلومات کے لیے رابطہ کریں:

9576507798,8405997542

Email:. naqueeb.imarat@gmail.com

Print & Design by : Azimabad Printers, Patna-06 # 9473371988

Scanned with CamScanner